# سورۃ النساء (آیات 83 تا 84)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا؀ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰہِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰہُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا؀﴾

**''اور جب اُن کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اُس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اُس کی تحقیق کر لیتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ تو (اے محمد ﷺ) تم اللہ کی راہ میں لڑو۔ تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو۔ قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے اعتبار سے بھی بہت سخت ہے۔''**

منافقین کی ایک اور روش یہ تھی کہ جب اُن کے پاس کسی بات کی کوئی خبر امن یا خوف کے بارے میں پہنچتی تو وہ اس کو پھیلاتے تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو جائے۔ حالانکہ صحیح روش یہ تھی کہ جب انہیں اس قسم کی کوئی خبر ملتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے اور اُنہیں بتاتے یا پھر اپنے سرداروں (اوس کے سردار سعد بن عبادہ اور خزرج کے سردار سعد بن معاذ) کو اطلاع کرتے تاکہ وہ اُس کی تحقیق کر لیتے کہ یہ خبر کس حد تک صحیح ہے اور ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہیے' فرمایا اس طرح بغیر تحقیق کیے خبر کا عوام الناس میں پھیلا دینا تو کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس سے تو خوف اور سراسیمگی ہی پیدا ہوگی۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو سوائے چند کے تم سب کے سب شیطان ہی کی پیروی کرتے۔ یہ آیت قتال کے ضمن میں معنوی سختی کے اعتبار سے غالباً قرآن مجید میں سخت ترین آیت ہے' اگرچہ اس میں لفظی سختی نمایاں نہیں۔

آگے فرمایا: اے نبیؐ! آپ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ آپؐ صرف اپنی ذات کی حد تک ذمہ دار (مسئول) ہیں۔ آپؐ اہل ایمان کو قتال پر ابھاریے' جتنا بھی ابھار سکتے ہیں۔ کوئی اور نہیں نکل رہا تو اس کی ذمہ داری آپؐ پر نہیں۔ آپؐ نے تو یہ کام کرنا ہے کہ اظہارِ دین حق آپ کا فرض منصبی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی قوت کو روک دے اُن میں جو جوش و جذبہ اور دم خم ہے وہ باقی نہ رہے۔ یہاں گویا آپؐ کی ڈھارس بندھائی جا رہی ہے اور لطیف پیرائے میں مستقبل میں دشمنان اسلام کی شکست اور ہزیمت کی نوید سنائی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہی ہوا' 4 ھ میں سورۃ النساء نازل ہوئی تھی' اور 5 ھ میں غزوۂ احزاب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے واضح فرما دیا تھا کہ مسلمانو یہ آخری بار تھی کہ قریش تم پر حملہ آور ہوئے۔ اب جان لو کہ اس سال کے بعد وہ ہرگز تم پر حملہ آور نہ ہوں گے۔ اُن کی کمر ہمت ٹوٹ گئی ہے۔ اب تم ہی ان کے خلاف اقدام کرو گے۔ اگلے ہی سال 6 ھ میں آپؐ نے عمرے کا سفر کیا تو صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا۔ 7 ھ میں خیبر فتح ہوا اور اگلے سال 8 ھ میں مکہ فتح ہو گیا۔ اور اسی وقت سورۃ الصّف نازل ہوئی' جس میں فرمایا گیا کہ اے نبیؐ مؤمنین کو بشارت دے دیجیے کہ سخت دور گزر گیا ہے۔ اب اللہ کی طرف سے فتح و نصرت آیا چاہتی ہے۔

آیت کے آخری حصے میں فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ جنگ اور قوت اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

فرمانِ نبویؐ

# قومی عزت و آبرو کا انحصار

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمْ خِیَارَکُمْ وَاَغْنِیَاءُ کُمْ سُمَحَاءَ کُمْ وَاُمُوْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَھْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِھَا' وَاِذَا کَانَ اُمَرَاءُ کُمْ شِرَارَ کُمْ وَاَغْنِیَاءُ کُمْ بُخَلَاءَ کُمْ وَاُمُوْرُ کُمْ اِلٰی نِسَائِکُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَھْرِھَا)) (رواہ الترمذی)

**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب نیک (اور لائق) اشخاص تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے مال دار لوگ محسن اور فیاض ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات باہم صلاح و مشورے سے طے ہوا کریں تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے اوپر حکومت کرنے لگیں اور تمہارے مال دار کنجوس اور بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا''۔**

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 31/12/05
ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

# کالا باغ ڈیم۔ خود کردہ را علاجے نیست

کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اعلان تربیلا ڈیم کے فوراً بعد ہو گیا تھا۔ اُس وقت سے یہ ڈیم حکمرانوں کے گلے کی پھانس بنا ہوا ہے' نہ اُگلا جائے نہ نگلا جائے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں میں سے پنجاب واحد صوبہ ہے جہاں ڈیم کی تعمیر کے لیے زبردست حمایت پائی جاتی ہے جبکہ صوبہ سندھ اور سرحد میں اِس کی شدید مخالفت میں آوازیں اٹھتی رہتی ہیں۔ صوبہ بلوچستان براہ راست متاثر نہیں ہوتا لیکن وہاں بھی اِس ڈیم کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

پنجاب کہتا ہے کہ ریت جمع ہونے کی وجہ سے منگلا اور تربیلا ڈیم کی Capacity روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے جبکہ آبادی میں اضافہ کی وجہ سے پانی اور بجلی کی ضرورت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ یہ فرق و تفاوت یونہی بڑھتا رہا تو مستقبل قریب میں زراعت و خوراک کی پیداوار میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی۔ پاکستان میں پانی اور بجلی کا خطرناک بحران پیدا ہو گا اور پاکستان ایسی قحط سالی کا شکار ہو جائے گا کہ ایتھوپیا اور صومالیہ کی سی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا دریائے سندھ کا وہ پانی جو بارشوں یا گلیشیر پگھلنے کی صورت میں سمندر میں گر کر ضائع ہو جاتا ہے اُسے سٹور کرنے کے لیے کالا باغ ڈیم کی تعمیر ناگزیر ہے اور اگر اِس پانی کو ضائع ہونے سے نہ بچایا گیا تو ایک وقت آئے گا کہ پنجاب صحرا کا نقشہ پیش کرے گا۔ سندھ کا موقف یہ ہے کہ دریائے سندھ پر سندھ کا حق ہے۔ اگر اِس دریا پر کوئی ڈیم بنایا گیا تو سندھ خصوصاً کچے کی زمینیں تباہ ہو جائیں گی۔ صوبہ سرحد ڈیم کی مخالفت اِس لیے کر رہا ہے کہ اُس کا وسیع رقبہ ڈیم کی نذر ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں نوشہرہ کی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ مرکز میں پچھلی دو دہائیوں میں جتنے حکمران بھی آئے قریب قریب وہ سب اس ڈیم کی تعمیر کے حق میں رہے ہیں۔

اِس مسئلہ پر فریقین میں بہت مکالمہ ہوا ہے۔ مرکز اور پنجاب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے سرحد کے اعتراضات دور کر دیے ہیں۔ متاثرین ڈیم کو معقول معاوضہ ادا کیا جائے گا اور ڈیزائن میں تبدیلی کر دی گئی ہے جس سے نوشہرہ بالکل محفوظ ہو گیا ہے۔ سندھ کو ہم تحریری یقین دہانی کراتے ہیں اور اِس وعدہ کو آئینی تحفظ حاصل ہو گا کہ دریائے سندھ سے مزید کوئی نہر نہیں نکالی جائے گی۔ یہ مسئلہ انتہائی سنگین صورتِ حال اختیار کر گیا ہے اور فریقین اپنے موقف کے رد ہونے کی صورت میں جن خوفناک نقصانات کا ذکر کر رہے ہیں وہ نظر انداز نہیں کیے جا سکتے اور اُن کی تشویش بلاوجہ نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ جب مرکز اور پنجاب چھوٹے صوبوں کے اعتراضات دور کرنے کے لیے تحریری اور آئینی یقین دہانی کروانے کو تیار ہیں تو وہ مطمئن کیوں نہیں ہوتے' تو اس کا بڑا مدلل جواب ماضی کے تجربہ کی بنیاد پر یہ دیا جا رہا ہے کہ ہمیں آپ کی کسی یقین دہانی پر اعتماد نہیں۔ کیا چشمہ جہلم کینال کو آن کر کے سابقہ تحریری معاہدے کی دھجیاں نہیں اُڑائی گئیں۔ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود منگلا اور تربیلا کے متاثرین کو مکمل طور پر ادائیگیاں نہیں ہو سکیں۔ کالا باغ ڈیم کے متاثرین کی کس صدی میں سنی جائے گی۔ ہم کالا باغ ڈیم کے بارے میں کوئی حتمی اور فیصلہ کن رائے نہیں رکھتے۔ یہ کوئی مذہبی اور فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ ہم قرآن اور سنت کی رہنمائی لے کر جائز کے حق میں اور ناجائز کی مخالفت میں ڈٹ جائیں اور کسی نفع و نقصان کی پروا نہ کریں۔ یہ خالصتاً ایک تکنیکی اور فنی مسئلہ ہے جسے بدقسمتی سے سیاسی ایشو بنا دیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں اِس مسئلہ نے اعتماد کے بحران سے جنم لیا ہے۔ سوئے ظن اور مفادات کی جنگ نے اِسے سنگین تر کر دیا ہے اور صوبائی عصبیت ریڈ لائن کراس کر رہی ہے۔

اصولی طور پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وطن عزیز کو ایک اکائی جان کر نفع و نقصان کا بحیثیت مجموعی جائزہ لیا جاتا' پھر اِس بنیاد پر ڈیم تعمیر کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کیا جاتا اور سب اِس پر ڈٹ جاتے۔ اخوت اسلامی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اپنے مفاد پر اپنے بھائی کے مفاد کو ترجیح دی جاتی' لیکن انفرادی اور اجتماعی زندگی (باقی صفحہ نمبر 17 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

# ندائے خلافت

جلد 14 — 22 تا 28 دسمبر 2005ء — 19 تا 25 ذوالقعدہ 1426ء — شمارہ 47

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

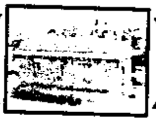

# پانچویں غزل
## (بالِ جبریل، حصہ دوم)

تو ابھی رہگذر میں ہے قیدِ مقام سے گذر! | مصر و حجاز سے گذر، پارس و شام سے گذر!
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے | حور و خیام سے گذر، بادہ و جام سے گذر!
گرچہ ہے دلکشا بہت حُسنِ فرنگ کی بہار | طائرکِ بلند بال دانہ و دام سے گذر!
کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب | تیغِ ہلال کی طرح عیش نیام سے گذر!
تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور | ایسی نماز سے گذر، ایسے امام سے گذر!

پانچ اشعار پر مشتمل یہ نظم نما غزل اقبال نے لندن میں قیام کے دوران لکھی تھی۔ آغاز میں انہوں نے اس جانب اشارہ بھی کیا ہے۔ ان اشعار میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ تم لوگ تو ابھی تک ناآشنائے منزل ہو۔ ابھی تک راستے ہی میں بھٹک رہے ہو۔ اے مسلمان! اپنا زاویۂ نگاہ آفاقی بنا اور مادیات و ظواہر سے بلند تر ہو جا۔

1۔ اس شعر میں اقبال نے اپنے محبوب پیغام کی تبلیغ کی ہے، جسے انہوں نے اپنے فارسی و اردو کلام میں مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی قومیت کی بنیاد وطن نہیں ہے، بلکہ دینِ اسلام ہے۔ انہوں نے مثلاً ان اشعار میں بھی یہی کہا ہے:

نہ میں عجمی نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی
کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی
ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمان! تُو نہ مصری ہے نہ حجازی، ایرانی ہے نہ شامی، تُو صرف مسلمان ہے اور ساری دنیا تیرا وطن ہے۔

تیرا خُدا ربُّ العالمین ہے، یعنی ساری دنیا کا رب ہے
تیرا رسول رحمت للعالمین ہے، یعنی ساری دنیا کے لیے رحمت ہے
تیرا قرآن ذکر للعالمین ہے، یعنی ساری دنیا کے لیے ہدایت ہے

پس اے مسلمان! تو اتنا وسیع ہونے کے باعث کسی خاص خطے میں کیسے محدود رہ سکتا ہے؟ تیرا خدا آفاقی، تیرا رسول ﷺ آفاقی، تیرا دستور العمل آفاقی ہے، تو کس طرح تو مقامی ہو سکتا ہے۔

2۔ اے مسلمان! اگر تُو جنت اور اُس کی نعمتوں کے حصول کی غرض سے اعمالِ حسنہ بجا لائے گا، تو بے شک تجھے یہ دونوں چیزیں مل جائیں گی، لیکن اگر تُو اپنے زاویۂ نگاہ کو بلند کر لے اور اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کر لے تو اُس کی جزا جنت سے برتر ہے، اور کچھ اور ہی ہے۔ یعنی تُو اللہ کو راضی کر لے گا اور اُس کی رضا جنت کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

اس شعر کی ایک اور تشریح بھی ہو سکتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ ایسے فقیہہ، صوفی اور شاعر جو منافقانہ روش کے حامل ہیں، انہوں نے نہ جانے اپنی دنیاداری اور غلط روش سے کتنے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور تباہی کے غار میں دھکیلا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ لوگ اپنے علم و فضل اور حکمت و دانش سے عوام کی رہنمائی کرتے، لیکن اپنی بے عملی اور منافقت کے باعث یہ لوگ تو خود ہی گمراہ ہو کر رہ گئے ہیں۔

3۔ اے مسلمان! فرنگی تہذیب، تمدن، معاشرت، سماج اور طرزِ زندگی بہت دلکش ہے۔ لیکن غور سے دیکھو تو یہ ساری دلکشی ایک جال ہے، جس میں پھنس کر انسان، روحانی مقاصد حیات سے غافل ہو جاتا ہے، اور وہ مادی آسائش اور دنیاوی عیش و عشرت ہی کو مقصودِ حیات سمجھ لیتا ہے۔ اس لیے تُو اس جال میں مت پھنس جانا۔

اقبال نے مسلمان کو ''طائرک بلند خیال'' سے تشبیہہ دی ہے اور اس ترکیب میں مسلمان کا آئیڈیل پوشیدہ ہے۔

4۔ اے مسلمان! اگر تُو اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تیری ضرب خارا شگاف ہے، یعنی تُو ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہے، اور تیرے پاس ایسا دستورِ حیات ہے کہ تُو ساری دنیا کے لیے رحمت بن سکتا ہے۔ پس گوشۂ عافیت سے نکل، حجروں اور کمروں سے باہر آ، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں سے نکل، سیر گاہوں اور خانقاہوں سے نکل، اور ہلال کی طرح کامیابی کے آسمان پر چمک۔

5۔ لیکن افسوس کہ تیرے دینی پیشوا اور سیاسی رہنما، دونوں بے حضور ہیں، یعنی ضعیف الاعتقاد ہیں۔ اگر اُن کے اندر ایمان کا رنگ ہوتا تو تجھے بھی اسلامی زندگی بسر کرنے میں لذت محسوس ہوتی۔ پس تُو غافل مت بیٹھ، بلکہ اس بات کی کوشش کر کہ تجھے نماز میں لذت و مسرت حاصل ہو سکے۔ اور یہ موقوف ہے اس بات پر کہ تیرا امام خدا رسیدہ ہو۔ واضح ہو کہ جب تک انسان کا تعلق اللہ کے ساتھ دُرست نہ ہو (جسے تصوف میں تعلق باللہ یا نسبت إلی اللہ کہتے ہیں) نہ اُسے نماز میں لذت حاصل ہو سکتی ہے، اور نہ وہ اسلامی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ نماز میں لذت، تعلق باللہ کی درستی پر منحصر ہے، اور ایک شخص دوسرے کا تعلق باللہ اُس وقت دُرست کرا سکتا ہے، جب اُس نے پہلے اپنا تعلق باللہ درست کر لیا ہو۔ یہ وہی بات ہے جسے اقبال نے اپنے پورے کلام میں مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے کہ چراغ سے چراغ جل سکتا ہے۔ مرشد کی صحبت کے بغیر نہ نماز میں لطف آ سکتا ہے نہ ایمان کی تکمیل ہو سکتی ہے، نہ جہاد کا جوش دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر مولوی شاہ اسماعیل دہلوی، مولانا سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے تو شہادت کا رُتبہ حاصل نہ ہوتا۔ ساری عُمر جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر وعظ ہی کہتے رہتے۔

منبر و محراب

# سورۃ العلق کی ابتدائی آیات: نبی اکرمؐ پر پہلی وحی

# نیز...... سقوطِ ڈھاکہ اور ہمارا طرزِ عمل

## ایک جائزہ

**مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں' امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 16 دسمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤﴾

حضرات! تلاوت کی گئی آیات سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں۔ آج ان شاء اللہ انہی پر گفتگو ہوگی۔ ان آیات کے بارے میں مفسرین اور سلف کا تقریباً اجماع ہے کہ یہ قرآن حکیم کی پہلی وحی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ' ابو موسیٰ اشعریؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کے اقوال کے علاوہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مستند روایت اس کی دلیل ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا نیند میں اچھے خواب سے ہوئی۔ آپؐ جو بھی خواب دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔ پھر آپؐ کو تنہائی محبوب ہوگئی۔ چنانچہ آپؐ غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے' اور کئی کئی رات گھر تشریف لائے بغیر مصروفِ عبادت رہتے۔ اس کے لیے آپؐ توشہ لے جاتے۔ پھر (توشہ ختم ہونے پر) حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور تقریباً اتنے ہی دنوں کے لیے پھر توشہ لے جاتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس حق آیا اور آپؐ غارِ حرا میں تھے۔ آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا' پڑھو۔ آپؐ نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا' پڑھو! میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا' پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③﴾

''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو بصورت جونک ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے''۔

ان آیات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پلٹے۔ آپؐ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ کو چادر اوڑھا دی۔ یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا قطعاً نہیں۔ واللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں' درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں' مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دورِ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ عبرانی زبان میں حسب توفیق الٰہی انجیل لکھتے تھے۔ اس وقت بہت بوڑھے

> **لفظ ''اقرا'' سے علم کی ضرورت واہمیت بھی واضح ہوتی ہے لیکن ساتھ "باسم ربك" سے واضح کر دیا گیا کہ علم بے خدا نہیں' باخدا ہوگا۔ خالق کائنات کے عقیدہ کے بغیر علم کے فروغ کی ہر کوشش فتنہ وفساد اور گمراہی کا باعث ہوگی**

اور نابینا ہو چکے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔ ورقہ نے کہا بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔ اس پر ورقہ نے آپؐ سے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں اس وقت توانا ہوتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پا لیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہوگئے اور وحی رک گئی۔

آیئے! اب ان آیات کا ترتیب وار مطالعہ کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ①﴾

''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔

غور کیجئے کہ نبیؐ سے کہا گیا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو۔ اس سے مقصود رب کا تعارف کرانا نہیں تھی کہ نبیؐ تو رب کو پہچانتے تھے' بلکہ ایک عظیم الشان کام یعنی نزولِ وحی کا آغاز ہو رہا تھا۔ لہٰذا اللہ کے نام سے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر اچھے کام کا آغاز بسم اللہ سے ہونا چاہئے ورنہ اس میں برکت نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے:

((كُلُّ كَلَامٍ اَوْ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُفْتَحُ بِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ اَبْتَرُ)) (مسند احمد)

''ہر (اہم) بات یا کام کا آغاز اگر اللہ عزوجل کے نام سے نہ کیا جائے تو وہ ابتر ہوتا ہے''۔

لفظ ''رب'' کے دو معنی ہیں' ایک ہے' پروردگار' یعنی پرورش کرنے والا' پروان چڑھانے والا۔ چنانچہ رب وہ ذات ہے جو انسان کی تمام ضروریات بہم پہنچانے والی ہے۔ وہی رازق ہے' مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ دوسرے یہ کہ عربی زبان میں ''رب'' کے معنی مالک کے بھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک اور آقا ہے اور ہم اس کے بندے اور غلام ہیں۔ وہ خالق ہے اور ہم مخلوق۔ پس رب وہ ہستی ہے جو تمام جہانوں کی مالک و مختار بھی ہے اور پروردگار اور پالن ہار بھی! ''اَلَّذِیْ خَلَقَ'' (جس نے پیدا

فرمایا) میں عمومیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ وہی تنہا تمام کائنات کا خالق ہے۔ سو اس کے نام سے ابتداء ہونی چاہیے۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲﴾

''انسان کو پیدا کیا بصورت جونک ایک لوتھڑے سے''۔

پرانی تفسیروں اور تراجم میں ''علق'' کا ترجمہ ''جمے ہوئے خون'' سے کیا گیا ہے، لیکن اس لفظ کا اصل ترجمہ یہ نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ چپکی ہوئی، لٹکی ہوئی چیز یا جونک ہے۔ رحم مادر میں انسان تخلیق کے جن مراحل سے گزرتا ہے ان میں نطفے کے بعد سب سے پہلا مرحلہ علق کا آتا ہے، جسے قرآن مجید یہاں بیان کر رہا ہے۔ اگرچہ قرآن مجید بیالوجی یا فزیالوجی کی کتاب نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر کتاب ہدایت ہے۔ تاہم ضمنی طور پر اس میں کائنات کے جملہ علوم کے بارے میں بھی کچھ اشارات دے دیے گئے ہیں۔ خاص طور پر جنین کی نشوونما کے مراحل کو قرآن حکیم نے کئی مقامات پر غیر معمولی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سورۃ مومنون میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴﴾

''اور ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں پانی کی بوند کر کے رکھا۔ پھر اُس بوند (نطفہ) کو بصورت ''جونک'' بنایا۔ پھر اُس جونک کی سی صورت سے گوشت کی بوٹی بنائی۔ پھر اُس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر اُسے ایک نئی صورت میں اٹھا کھڑا کیا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔''

ڈاکٹر مورس بوکائے نے تخلیق کے ان مراحل پر اپنی کتاب ''دی بائبل، دی قرآن اینڈ سائنس'' میں مفصل بحث کی ہے۔

انسانی تخلیق کے مراحل کے بیان میں دراصل انسان کے لیے دعوت فکر ہے۔ انسان کو یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ اپنی ہستی پر غور و فکر کرے۔ وہ ایک وقت میں گندے پانی کی بوند تھا۔ اس کے بعد وہ جونک کی شکل میں ایک عجیب سا لوتھڑا بنا، جو رحم مادر کے ساتھ چپکا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خلاقی دیکھے کہ اس نے اتنی باصلاحیات مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا ہے۔

ان آیات سے تعلیم کی ضرورت و اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ ''اقرا'' (پڑھو) تعلیم کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔ لیکن ساتھ ''باسم ربک'' سے واضح فرمایا دیا کہ ''اقرا'' کا عمل باخدا ہوگا، بے خدا نہیں ہوگا۔ ایسا علم جو خدا کے عقیدہ کے بغیر ہو، شر کو جنم دیتا ہے۔ کائنات کی اہم ترین حقیقت' کو نظر انداز کر کے علم کے فروغ کی ہر کوشش فتنہ و فساد اور گمراہی کا باعث ہوگی۔ آج کی سائنس میں یہی ہو رہا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اس کائنات کو دیکھو، اس کو Observe کرو، اس کے اجزائے ترکیبی معلوم کرو اور قوانین فطرت کو دریافت کرو۔ یہ کسی نے بنائے بھی ہیں، اس بحث ہی کو چھوڑو۔ کوئی برتر ہستی 'مسبب الاسباب اور خالق کائنات بھی ہے' اس خیال ہی سے دامن چھڑاؤ کہ یہ (نعوذ باللہ) وقت کا ضیاع ہے۔

اسی مادہ پرستانہ، بے خدا سائنس کا شاخسانہ ہے کہ آج دنیا میں شیطنت عام ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی جن لوگوں کے ذریعے ہو رہی ہے وہ ابلیس کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ وہ انسان کو شرف انسانیت سے محروم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی اصول نہیں اور ضابطہ اخلاق نہیں ہے۔ اُن کے نزدیک علم، تہذیب اور ترقی کی معراج یہ قرار پائی ہے کہ دنیا میں جنگل کا قانون ہو۔ اس بے خدا تعلیم کے بارے میں اکبر فرماتے ہیں کہ

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

اور اقبال نے کہا ہے

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اسلام سائنس کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو چاہتا ہے کہ سائنسی علم حاصل کیا جائے، اس کو پروموٹ کیا جائے۔ چنانچہ وہ مظاہر فطرت میں غور و فکر کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر یہ فرمایا گیا کہ زمین و آسمان کی تخلیق، اختلاف لیل ونہار اور ہواؤں کے الٹ پھیر میں غور و فکر کرو۔ یہ سب چیزیں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ان میں غور کرنے سے تمہیں اللہ کی معرفت حاصل ہوگی۔ اس کی خلاقی، صناعی اور قدرت کا شعور حاصل ہوگا۔ اس کا منشا یہ ہے کہ یہ علم بے خدانہ ہو، اسے باخدا بنایا جائے۔

اس کے بعد فرمایا:

﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳﴾

''پڑھو اور تمہارا رب انتہائی کریم ہے''۔

''اکرم'' تفضیل کل (Superlatives) کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے سب سے زیادہ جود و کرم کرنے والی ذات۔ انتہا درجے کی کریم ہستی۔ کریم النفس انسان ہم بھی اردو میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ بڑا جامع لفظ ہے۔ اس میں شریف النفس، قابل احترام، دوسروں پر فضل کرنے والا، احسان کرنے والا اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے والا کا مفہوم شامل ہے۔

آگے فرمایا:

﴿الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴﴾

''جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے سے''۔

دنیا میں تعلیم کے فروغ کا ذریعہ قلم ہے۔ چنانچہ جو علم قرون اولیٰ سے نسل در نسل آگے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہوتا ہے، اس میں سب سے اہم رول قلم ہی کا ہے۔ پس اللہ نے ہی انسان کو سکھایا۔ اُسی خالق کائنات ہی نے اُسے شعور و آگہی

> **جس طرح مفیض اور مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے اللہ اور محمد ﷺ کے درمیان جبریلؑ محض ایک واسطہ ہیں۔ جس طرح قلم کا توسط اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے ایسے ہی یہاں حقیقت جبریلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا**

عطا فرمائی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں...... ممکن ہے ادھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمد ﷺ کے درمیان جبریل محض ایک واسطہ ہیں جس طرح قلم کا توسط اُس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے ایسے ہی یہاں حقیقت جبریلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا''۔

اگلی آیت ہے:

﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵﴾

''انسان کو اس نے وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

کوئی بھی مخلوق کچھ نہیں جانتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے نہ سکھائے۔ ہمارے پاس جو علم ہے وہ بھی اپنے بل بوتے ہم نے حاصل نہیں کیا بلکہ اللہ کے اذن سے ہمیں حاصل ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ﴾ (البقرہ:255)

''اور وہ نہیں احاطہ کر سکتے اس کے علم کا مگر جتنا وہ چاہے''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم کے علوم عطا فرمائے ہیں۔ ایک ہے علم الاسماء جس کا تعلق فزیکل ورلڈ سے ہے۔ یہ علم حضرت آدمؑ کو پوٹینشلی پورا دے دیا گیا تھا۔ انسان کو اس کی پوری صلاحیت دے دی گئی۔ اب یہ اُس پر منحصر ہے کہ وہ اُسے حاصل کرنے اور دریافت کرنے کے لیے کتنی محنت کرتا ہے۔ دوسرا علم علم وحی، علم ہدایت ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے وحی کا سلسلہ جاری کیا۔ اور جو اس کی پیروی کرے گا اسے امن و سکون اور کامیابی کی خوشخبری

بھی سنادی۔ فرمایا:

﴿فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾

(البقرہ:38)

''پس جب بھی میری جانب سے تمہارے پاس ہدایت آئے' تو جو اس ہدایت کی پیروی کرے گا' ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

# سقوطِ ڈھاکہ اور ہمارا طرزِ عمل

اپنے خطاب کے آخر میں امیر محترم نے سقوطِ ڈھاکہ کے المناک سانحہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: آج سولہ دسمبر ہے۔ اس دن ہماری قومی زندگی کا ایک بہت بڑا سانحہ پیش آیا تھا۔ سقوط ڈھاکہ ہوا۔ ہم سے مشرقی پاکستان الگ ہو گیا اور بھارت کے ہاتھوں ہمیں ایک ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے اخبارات میں اس موضوع پر جتنے کالم چھپتے ہیں ان کی تان اکثر اس پر ٹوٹتی ہے کہ چند افراد اس سانحہ کے ذمہ دار اور قصوروار ہیں۔ یحییٰ خان اور ان کا ٹولہ شرابی' زانی تھا' اس وجہ سے قوم پر یہ مصیبت آئی۔ یقیناً یہ بات وزن رکھتی ہے۔ لیکن اگر ہم یہ واقعی سمجھتے ہیں کہ کسی کے اسلام سے دور ہونے' شرابی اور زانی ہونے کے نتیجے میں یہ افتاد ہم پر آئی ہے' اُن افراد کی غلطیوں اور جرائم کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑا تو اس بات کو ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہئے۔ کیا بقیہ پوری قوم دین سے بیوفائی کی مجرم نہیں تھی۔ کیا اس نے دین سے غداری نہیں کی۔ اللہ کے احکامات کو پاؤں تلے نہیں روندا؟ میں ہر گز اُن نالائق اور شرابی حکمرانوں کا دفاع نہیں کر رہا' بلکہ اس روش پر متنبہ کر رہا ہوں' جسے قوم نے اپنایا ہوا ہے کہ سانحہ مشرقی پاکستان کی ذمہ داری چند افراد پر ڈال کر پوری قوم بری الذمہ ہو جاتی ہے۔

سقوط ڈھاکہ کے وقت پاکستان کو قائم ہوئے چوبیس سال ہو چکے تھے لیکن یہاں شریعت نافذ نہیں کی گئی تھی۔ اس کا ذمہ دار کون ہے' اس پر غور نہیں کیا جاتا۔ چوبیس برس ملک پر جو لوگ حکمران رہے' جن کے ہاتھوں ملک کی ضمام کار رہی' سب سے بڑے مجرم تو وہ ہیں۔ اسی طرح قوم کے سرکردہ لوگ خواہ وہ کسی بھی فیلڈ میں تھے' خاص طور پر دینی طبقات' ان پر بھی اس کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کی۔ اس کے علاوہ بحیثیت مجموعی پوری قوم نے اللہ کے دین سے انحراف کیا۔ اس اعتبار سے اگرچہ یہ جرائم کی سزا تھی' مگر صرف چند افراد ہی کے نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی پوری قوم کے جرائم کی سزا تھی۔ ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری قوم اپنے جرائم پر نظر ڈالے۔ پوری سنجیدگی کے ساتھ اور غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنا محاسبہ کرے۔ ہر طبقے کے لوگ اپنا احتساب کریں کہ کیا ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا یا نہیں۔ یہی زندہ قوموں کی پہچان ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے اور اس سانحہ سے کوئی سبق نہیں سیکھتے تو زندہ قوم نہیں کہلا سکتے۔ بقول اقبال ؎

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

کل جب ڈھاکہ کا سقوط ہوا تھا' دشمن ہم پر اسی لیے حاوی ہوا تھا کہ اللہ کی رحمت اور مدد ہمارے شامل حال نہیں تھی کہ ہم نے قرآن حکیم کے نظام عدل سے انحراف کیا تھا اور اگر ہمارے لچھن یہی رہے تو اللہ کی مدد اب بھی نہیں آئے گی۔ اللہ کی مدد ہمیں اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم اس کے دین کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اختیار کر لیں۔ وہ خود فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ......﴾ (سورۃ محمد:7)

یعنی ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا''۔

بصورت دیگر ہماری دعائیں بھی ہمارے منہ پر واپس دے ماری جائیں گی۔ اُس کی نظر میں ہمارا کوئی مقام نہ ہو گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ......﴾ (المائدہ:68)

''کہہ دیجئے (اے نبی) اے اہل کتاب تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے (تمہیں کوئی حق نہیں کہ ہم سے دعا کرو) جب تک قائم نہیں کرتے تورات اور انجیل کو اور جو کہ نازل کیا گیا ہے تم پر تمہارے رب کی جانب سے''۔

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

**سقوطِ ڈھاکہ کے المناک سانحہ کا ذمہ دار یحییٰ خان اور اُن کا شرابی اور بدکار ٹولہ ہی نہیں پوری قوم ہے' جس نے دین سے بے وفائی کی' وہ تمام حکمران ہیں جنہوں نے تاریخ پاکستان کے ابتدائی چوبیس برسوں میں اسلامی نظام نافذ نہیں کیا**

## دُعائے مغفرت

ندائے خلافت کی مجلس ادارت کے رکن پروفیسر محمد یونس جنجوعہ کی اہلیہ مختصر علالت کے بعد 14 دسمبر بروز بدھ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔ اُن کی نماز جنازہ شیخوپورہ کے سٹیڈیم پارک میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے پڑھائی۔ اس موقع پر امیر محترم نے اپنے مختصر خطاب میں فکر آخرت کی تلقین کرتے ہوئے موت سے قبل تیاری کی اہمیت کو واضح کیا۔ مرحومہ کو قریبی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ رفقاء و احباب اور قارئین سے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔


## آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے خود سیکھئے اور سکھایئے

گلی گلی کوچہ کوچہ دعوت دین پہنچایئے
خیرالناس من ینفع الناس بن کر اعلائے کلمۃ اللہ میں جت جایئے
سہ روزہ' ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام' حرکی تربیت حاصل کریں' داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین!
آئندہ پروگرام 30 دسمبر 05ء تا یکم جنوری 2006ء زیر اہتمام حلقہ بہاول نگر و بہاول پور
رابطہ: ضیاء احمد' معرفت حذیفہ ٹریڈرز غلہ منڈی گیٹ فورٹ عباس
فون: 0632255074 وقار اشرف فون: 0632004879
منجانب: **مرکزی شعبہ دعوت و تفریغ اوقات' تنظیم اسلامی**

# انسان بڑا جھگڑالو ہے!

محمد سمیع

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے''۔ (الکہف:54)

زلزلہ کیا آیا' ہمارے ہاں ایک بحث چھڑ گئی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عذاب ہے۔ جب کہ کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کوئی عذاب نہیں بلکہ یہ تو عناصر فطرت میں تبدیلیوں کا مظہر ہے۔ مشہور مفکر قرآن ڈاکٹر اسرار احمد نے درمیان کی راہ اختیار کی اور انہوں نے یہ فرمایا کہ یہ عناصر فطرت کی تبدیلی ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ جو لوگ سیکولر خیالات کے حامی ہیں ان کی تو بن آئی۔ کالم پر کالم لکھے جانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب کی واہ واہ ہونے لگی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک حالیہ خطاب میں اس پر کچھ چشم کشا تبصرہ فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر مذہبی ذہن رکھنے والا مسلمان مرد ہو یا عورت' اس کی زبان پر یہ الفاظ ہیں۔ یہ ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ یہاں میں یہ عرض کر دوں کہ اس رائے پر بہت اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ بداعمالیاں کیا صرف وہاں ہو رہی تھیں۔ کیا باقی پاکستان میں فرشتے آباد ہیں۔ کیا کراچی اور لاہور بداعمالیوں کے سب سے بڑے اڈے نہیں ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ اگر بداعمالیوں کی سزا ہے تو پھر صرف ان کو کیوں چن لیا گیا اور دوسرے یہ کہ بداعمالیاں ایک جیسی تو نہیں ہوتیں۔ اگر کوئی شخص برا ہے تو کوئی اس سے زیادہ برا ہے اور کوئی بہت برا ہے۔ ان کی سزائیں مختلف ہونی چاہئیں۔ انگریزی کی ایک مشہور نظم Death-the leveller کے مطابق سب برابر کر دیئے گئے۔ ان میں کچھ نیکوکار بھی تھے یہاں تک کہ معصوم بچے بھی۔ ان کی بداعمالیوں کا کیا سوال۔ اس پہلو سے یقیناً اعتراض valid ہے اس نظریئے پر کہ یہ ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن ان دو باتوں کی بنیاد پر ایک بڑا فلسفہ تعمیر کر لیا گیا ہے۔ یہ فلسفہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اس میں کسی اعمال کی سزا کا کوئی دخل نہیں۔ یہ تو Forces of nature ہیں' عناصر فطرت ہیں' قواعد طبعیہ ہیں۔ ان کا انٹرایکشن ہے۔ زیر زمین جو پلیٹیں ہیں ان میں حرکت ہوتی ہے وہ آپس میں ٹکراتی ہیں۔ اس سے یہ تباہیاں آتی ہیں۔ سونامی بھی اسی وجہ سے آیا تھا اور یہ زلزلے بھی اسی وجہ سے آئے ہیں۔ اسے اللہ کی طرف اور اعمال انسانی کی طرف منسوب کرنے کی کوئی بنیاد نہیں۔ ماضی میں اس فلسفہ کو نیچریت سے تعبیر کیا گیا تھا اور اس کے لئے ایک اور لفظ دہریت بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ کائنات بنانے والا کوئی ہے یا نہیں ہے اسے چھوڑ دیجئے۔ بنانے والا ہے بھی تو اس نے اسے بنا کر کچھ قوانین طبعیہ وضع کر دیئے ہیں جس کے تحت یہ خود بخود چل رہی ہے۔ اس میں وقتاً فوقتاً خدائی عمل دخل کا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ جیسے فٹبال کا کوئی کھلاڑی فٹ بال کو کک لگا دے تو وہ خود بخود چل رہی ہوتی ہے۔ اب کھلاڑی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کھلاڑی تو کک مار کر فارغ ہو گیا۔ یہ دراصل دہریت کا فلسفہ ہے۔ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلسفہ کچھ نہ کچھ پہلے بھی تھا۔ لیکن آج سے کوئی دو ڈھائی سو سال قبل جو سائنسی ترقی کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا تھا' اس نے Scientific Rationalisation کے نام سے باضابطہ ایک نظامِ فکر کی صورت اختیار کر لی۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سائنسی اصولوں کے تحت ہو رہا ہے۔ قرآن کے نزول تک انسانوں کی اصل گمراہی شرک ہوتی تھی۔ لوگ ایک بڑے خدا کو بھی مانتے تھے کہ کائنات کا خالق وہی ہے۔ چلانے والا وہی ہے۔ جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ کس نے زمین و آسمان بنائے ہیں تو وہ کہتے اللہ نے۔ مگر یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ کے ساتھ کچھ اور چھوٹے چھوٹے الٰہ بھی ہیں۔ کچھ اس کے لاڈلے ہیں جن کی سفارش کو وہ رد نہیں کر سکتا۔ کچھ اس کے نائبین سلطنت ہیں جن کے ہاتھ میں بھی کچھ اختیارات ہیں۔ ان کی بھی ڈنڈوت کی جانی چاہئے۔ یہ فلسفہ رہا ہے دنیا میں' ورنہ خدا کے وجود سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ یورپ میں Capital G سے لکھا جانے والا God ایک ہوتا تھا اور چھوٹی g سے لکھا جانے والا god بیشمار۔ اسی طرح ہندوستان میں مہادیو ایک ہے۔ اس کا انکار ممکن نہیں' لیکن دیوی دیوتا بیشمار۔ یہ گمراہی تھی لیکن قرآن مجید سے سراغ ملتا ہے کہ شریعت بھی موجود تھی''۔ وہ کہتے کہ ہم نہیں مانتے ہیں کہ کوئی دنیا ہے سوائے اس دنیا کے۔ ہم خود ہی زندہ رہتے ہیں اور خود ہی مرتے ہیں''۔ یعنی ہمیں ہلاک کرنے والا کوئی خدا نہیں۔ ان تین جملوں میں وہ پورا فلسفہ موجود ہے جو آج ہمارے بعض دانشور اور کالم نگاروں کے ذہنوں میں موجود ہے۔ ان کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ وہ قارئین کے ذہنوں کو بناتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ یہ چیزیں پہلے بھی تھیں لیکن آج کی دنیا میں اس کا بہت رواج ہے۔ خاص طور پر ہندوستان میں انگریز کے ساتھ جب نیوٹن کی فزکس کا دور آیا ہے تو ہمارے ہاں بھی ایسے دانشور پیدا ہوئے جنہوں نے معجزوں کا انکار کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک قوانین طبعیہ کو نہیں توڑا جا سکتا۔ کیسے ممکن ہے کہ آگ میں کسی انسان کو ڈالا جائے اور وہ اسے نہ جلائے۔ سمندر کی سطح ہموار ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ کسی کا عصا پڑے تو وہ دو لخت ہو جائے' ناممکن ہے۔ یہ اسی ذہنیت کی بات ہے جو آج بھی اس شکل میں آ رہی ہے۔ ہمارے دانشور اور کالم نویس حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ عناصر فطرت بھی تو کسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کوئی ہے جس نے ان کو سنبھالا ہوا ہے۔ کوئی ہے جس نے ان کی طنابیں کھینچی ہوئی ہیں۔ وہ ذرا کسی کی لگام چھوڑ دے' مثلاً پانی کی لگام ڈھیلی کر دے تو سیلاب اور طوفان آ جائیں۔ یہ سونامی' قطرینہ ایسے تو نہیں آ گئے۔ زمین کی ذرا طناب چھوڑ دے زمین کو کپکپی لگ جائے اور زلزلے آ جائیں۔ وہ تدبیر امر کر رہا ہے۔ اس کا ہر فعل حکمت سے پُر ہے۔

**ہمارے دانشور یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ عناصر فطرت بھی تو کسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کوئی ہے جس نے ان کی طنابیں کھینچی ہوئی ہیں۔ وہ ذرا سی لگام چھوڑ دے' مثلاً پانی کی لگام ڈھیلی کر دے تو سیلاب اور طوفان آ جائیں۔ یہ سونامی اور قطرینہ ایسے ہی تو نہیں آ گئے تھے۔**

قارئین! یہ باتیں تو ڈاکٹر اسرار احمد کی ہیں۔ میں تو صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ اگر میں اپنی روش کو بدلنا نہ چاہوں' اللہ کے سامنے اپنی بداعمالیوں پر توبہ نہ کرنا چاہوں تو کوئی مجھے اس بات پر قائل نہیں کر سکتا کہ یہ زلزلے جو آئے ہیں' اللہ کے عذاب کی صورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ زلزلے ہی کیا' دنیا کی بڑی سے بڑی آفت بھی آ جائے میں یہی کہوں گا کہ یہ تو عناصر فطرت کا کھیل ہے۔ کیونکہ میں نے اپنی باگیں اللہ کی بجائے شیطان کے حوالے کر رکھی ہیں۔ میری آنکھیں تب کھلیں گی جب اللہ کے سامنے شیطان کہے گا میں تو اسے ورغلا ہی سکتا تھا' سارا کیا دھرا اس کا اپنا ہے۔

# سید قطبؒ کی ڈائری

(آخری قسط)

سید قاسم محمود

قیادت کرنے والے طبقے کے ذہن میں مغربی کلچر اور مارکسی معاشی تصورات کچھ ایسے بیٹھے ہیں کہ جذبات اسلام کے ساتھ ہیں لیکن دماغ اُن نظریات کے ساتھ ہے۔ قوم کو بھی وہ اسی رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں۔ مقابلے میں اسلامی فکر موجود نہیں کیونکہ علماء، مشائخ اور واعظ روایتی باتیں اور پرانے مسئلے سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اس طرح باطل نظریات کا مقابلہ ممکن ہی نہیں۔ خطرہ ہے، قوم یا تو اسلام کو ان چیزوں کے ساتھ گڈمڈ کر دے۔ یا پھر اسلام سے دُور ہو جائے۔ (الجزائر میں اُس وقت بن باللہ کی حکومت تھی۔ پھر بومدین انقلاب لائے اور ملک میں سوشلزم کی طرف مزید پیش قدمی ہونے لگی)

اُن کے استفسار پر میں نے ''کیونسٹ نظریات کے مقابلے میں تین کتابوں سے مدد لینے کا مشورہ دیا۔

1 اسلام کا اجتماعی عدل
2 عالمی امن اور اسلام
3 اسلام اور سرمایہ داری کا معرکہ

ان کے علاوہ اس موضوع پر استاذ ابوالاعلیٰ مودودی کی تصانیف دیکھنے کی بھی تلقین کی۔ انہوں نے کہا یہ کتابیں تو عربی دان حضرات کے لیے مفید ہوں گی جو وہاں گنے چنے ہیں۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ میں بہت اختصار سے ایک خاکہ سا بنادوں جس میں اسلامی عدلِ اجتماعی کے اہم نکات آجائیں۔ پھر وہ اُسے فرانسیسی میں منتقل کروالیں گے۔ اس طرح وہاں کے تعلیم یافتہ افراد تک یہ باتیں پہنچ سکیں گی۔ میں نے وعدہ کرلیا تھا کہ ایسے نکات لکھ دوں گا مگر پھر وہ یکا یک قاہرہ سے چلے گئے۔

میرے نام خطوط اور تار بھی آتے۔ اگرچہ اُن میں سے زیادہ تر مبارک باد پر مشتمل ہوتے جیسے ندوۃ العلماء لکھنو یا جماعتِ اسلامی کراچی کی طرف سے غلام محمد کا تار (چونکہ ابوالاعلیٰ مودودی گرفتار تھے اس لئے کراچی کی جماعت نے تار بھجوایا) اور ایک خط لکھنے والے کوئی صدیقی تھے۔ (ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی طرف اشارہ ہے۔)

پاکستان کا تار پڑھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سمجھے ہیں کہ اخوان کے سب لوگ رہا ہو گئے' حالانکہ صرف میری رہائی ہوئی تھی۔ بہر حال انہوں نے مجھے مبارک باد دی کہ دس برس کی قید کا سلسلہ ختم ہوا۔ المیہ یہ ہے کہ بھارت کی بت پرست قوم کا لیڈر اپنے مخالفوں کو جیل بھیجتا ہے نہ سزائیں دیتا ہے مگر مسلم حکمران اس وسعتِ قلبی اور رواداری سے دور ہو گئے ہیں۔ مسلمان کا اصل محافظ تو خدا ہے خواہ وہ قیدی ہے یا آزاد۔ ان خطوں کا جواب دیتا مگر اس مہلت ہی سے محروم کر دیا گیا۔ ہندو پاک سے اور بھی خط آئے جو رکھے رہے' پھر وہ ضائع بھی ہو گئے۔ باہر سے میرا تعلق اس سے زیادہ تھا۔

### دوسری تنظیموں اور افراد سے اخوان کے تعلقات

جب میں رأس البر میں ٹھہرا ہوا تھا' علی عشاوی ملنے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ زکریا محی الدین نے ''بعض اخوان سے کہا کہ سرکاری جماعت ''یونائیٹڈ سوشلسٹ پارٹی'' میں دین پسندوں کو آنا چاہئے' تاکہ کیمونسٹوں کو پارٹی پر چھانے سے روکا جا سکے۔ اس سلسلے میں زکریا مرشد حسن ھضیبی سے بھی ملے ہیں۔ یہ بھی اُمید ہے کہ اخوان کو بحال کر دیا جائے۔ یہ سب کن مصلحتوں سے ہو رہا ہے' اس کا علم نہیں۔ میں نے علی سے کہا کہ اسے افواہ سے زیادہ نہ سمجھئے۔ دراصل حلوان میں نوجوانوں کے کے لیے ایک کیمپ لگایا گیا تھا جو کئی ہفتے کا تھا۔ اس کا مقصد نوجوانوں کو سیاسی' فکری اور علمی تربیت دینا بھی تھا اور تفریح مہیا کرنا بھی۔ اس طرح حکومت کے لیے ان کی وفاداریاں حاصل کی جاتیں مگر وہاں زیادہ تر مقررین کیمونسٹ ذہن کے تھے اور سوشلزم کو اسلامی عقیدے کے ساتھ پیوندکاری کر کے اپنے افکار پھیلا رہے تھے۔ بعض نے اسلام پر تنقید سے بھی گریز نہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوانوں میں بے چینی اور بیزاری پھیلنے لگی۔ تب زکریا محی الدین وہاں گئے اور نوجوانوں سے کہا کہ ہماری حکومت کیمونسٹ نہیں' مقررین نے حکومت کی ترجمانی نہیں کی بلکہ وہ ان کے ذاتی خیالات ہیں۔ ان مقررین میں استاذ کمال ابوالمجد بھی تھے جو اسلامی ذہن رکھتے تھے۔ زکریا محی الدین نے کہا کہ وہ سوشلسٹ پارٹی کے اندر دینی فکر پھیلائیں۔

مجھے تو یہ سارا قصہ میرے گاؤں کے ایک نوجوان سے معلوم ہوا تھا جو حلوان میں آیا ہوا تھا اور اسیوط کے ٹیچر ٹریننگ کالج میں استاد تھا اور اس کیمپ کے لیڈروں میں سے تھا۔ یہ نوجوان (شاذلی) وہاں کی گئیں تقریریں اپنے پاس محفوظ کیے ہوئے تھا۔ میں نے ان تقریروں پر ایک نظر ڈالی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اُن میں کیمونزم چھپائے نہیں چھپ رہا۔ سوشلزم بھی کہتے ہیں بلکہ سوشلزم کی آڑ بھی لی جا رہی ہے' حتیٰ کہ وہاں کے نظام کو عربی سوشلزم بھی کہتے ہیں بلکہ سوشلزم کی عربی نقل بتاتے ہیں مگر اصل نمونہ کارل مارکس کا کیمونزم ہے۔ مصر میں جو کچھ نافذ ہو رہا ہے' وہ مرحلہ وار اسی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اس نوجوان نے ایک بات اور بھی کہی۔ وہ یہ کہ نوجوان اسلامی تعلیمات اور اسلامی تربیت سے یکسر بے بہرہ ہیں۔ اُن کے دل مومن ہیں مگر ذہن خالی۔ اسلامی عقیدے پر چوٹ لگتی ہے تو وہ بھڑک اٹھتے ہیں۔ مگر یہ تقریریں اُس وقت کامیاب ہو جائیں گی جب اُن میں اسلام سے وابستگی کا اعلان بھی ہوتا ہے اور افکار غیر اسلامی پلا دیئے جائیں۔ پھر جذبات تو مسلمان ہوں گے مگر افکار نہیں۔

مجھے اُس کا یہ تبصرہ بالکل صحیح اور برمحل لگا' خصوصاً اس لیے بھی کہ کیمپ مکمل طور پر سوشلسٹ رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ رہی سہی کسر اخلاقی پستی اور ذہنی آوارگی نے پوری کر دی۔ اس کی مثالیں مصری ہفت روزہ جریدوں ''طلیعہ'' ''کاتب'' ''روز الیوسف'' ''صباح الخیر'' میں دیکھی جا سکتی ہیں جو وہاں کی کارروائی چھاپ رہے تھے۔ اب جب سارا ماحول ایک نظریے کے حق میں اور ساری پُرکشش چیزیں اس سے وابستہ ہوں تو اس کے مقابلے میں عقیدہ اور اسلامی تعلیمات بوسیدہ خیالات کے طعنوں سے تاثیر اور اہمیت کھو بیٹھیں گی اور مقابلہ برابری کا نہیں ہوگا۔ اس طرح کامیابی مادہ پرستوں اور الحادی طاقتوں اور اخلاقی بے راہ روی کو ملے گی اور وہ پھر حکومت کو بھی اسی طرف جھکالیں گے۔

### اخوان کے علاوہ دوسروں سے تعلقات

1960ء کے آخر کی بات ہے۔ میں لیمان طرۃ جیل میں تھا اور میری صحت بگڑتی جا رہی تھی۔ جیل ہسپتال کے علاج سے بھی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حاجی حسین صدقی ایک صاحب معادی میں رہتے ہیں' میرے بھائی اُنہیں جانتے ہیں' وہ میری بیماری سے بہت پریشان ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ میرا علاج کسی یونیورسٹی کے ہسپتال میں ہو۔ ادھر میری حالت اور خراب

ہونے لگی تو جیل سے مجھے منیل یونیورسٹی کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں یہ پتہ چلا کہ میری تکلیف کا سبب دل کی تکلیف (انجائنا) ہے۔ جیل ہسپتال میں اچھے آلات نہ تھے‘ اس لیے وہاں اس کا پتہ نہ چل سکا۔ پھیپھڑوں پر بھی سوجن تھی‘ آنتوں میں ورم تھا اور کئی امراض پیدا ہو چکے تھے۔ اس ہسپتال میں دوبارہ چھ چھ ماہ کے لیے مجھے رکھا گیا‘ پھر واپس جیل میں آنے پر طبیعت بہت بگڑ گئی‘ تو خرابی صحت کی بنا پر رہا کر دیا گیا۔

گھر پر حاجی حسین صدقی اور اُن کے اہل خانہ مجھے مبارک باد دینے آئے۔ انہوں نے شیخ اُودن کا ذکر کیا جو میری بیماری کے بارے میں ہر وقت پوچھتے رہتے تھے۔ ان دنوں ان کے کمر کے گریے میں درد ہے‘ اس لیے وہ خود نہیں آ سکے۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ وہ بہت ہی متقی اور صحابہؓ کا نمونہ ہیں۔ میں نے کہا میں اُن سے خود جا کر ملوں گا۔ زینب الغزالی سے میری ملاقات بھی حاجی صاحب کے گھر پر ہوئی تھی۔ ہم سب لوگ حاجی صاحب کی گاڑی میں شیخ سے ملنے گئے۔

اس کے بعد شیخ سے دو تین بار ملنے کا موقع ملا۔ ایک ملاقات تنہائی میں ہوئی۔ شیخ اس بات پر بہت افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ نوجوان دین سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ اُن میں اخلاقی گراوٹ بہت بڑھ گئی ہے۔ میں نے کہا ’’شیخ! آپ اطمینان رکھئے۔ ابھی کچھ ایسے نوجوان ہیں جو اس اُمت کے پاسبان ہیں۔ وہ دین کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں اور اُن کے اخلاق بلند ہیں اور اُن کے ہوتے ہوئے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے‘ وہ مجھ سے ملتے رہتے ہیں اور میرے مشورے بھی قبول کر لیتے ہیں۔ شیخ نے بہت خوشی کا اظہار کیا کہ اللہ آپ سے خیر کا کام لے‘ آپ نے مجھے مطمئن کر دیا۔ میرے لئے دعا کی۔

انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ حسن البنّا سے کہا تھا کہ سیاست میں دخل اندازی کے بجائے تم نئی نسل کو اسلام سے جوڑو اور ان کی ایسی تربیت کر دو کہ وہ اسلام کو معاشرے میں متحرک کر دیں۔ مگر افسوس! سیاسی حوادث نے انہیں مہلت نہ دی۔ اخوان پر کیا کیا آفتیں نہ آئیں۔ اب میدان خالی ہے۔ اخلاقی قدروں کا کوئی محافظ نہ رہا اور نوجوان نسل اسلام سے برگشتہ ہوتی جا رہی ہے۔ میں نے اُن سے کہا ’’شیخ! ایسی بات بھی نہیں۔ دین کے علمبردار میدان سے ہٹے نہیں اور اخوان نے اپنا فرض بھلایا نہیں‘‘

## آخری پکار

میں نے جو کچھ کہا ہے ترتیب وار اس کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ 1954ء میں ایک سازش تیار کی گئی‘ جس کا نشانہ اخوان بنے اور اُن پر سخت دور گزرا جبکہ وہ اس سازش میں شریک نہ تھے نہ اس حادثے کے ذمے دار۔ اُن پر ظلم کیا گیا۔ وہ گروہ در گروہ اس الزام میں پکڑے گئے کہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں اور دوسرے ملکوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔ اُن کے گھر اُجاڑ دیئے گئے اور سزاؤں کا طویل سلسلہ چل نکلا۔ چنانچہ اخوان کے اندر اس قسم کی سوچ رکھنے والے اُبھرے کہ اس کا جواب تشدد سے دیا جائے تاکہ آئندہ ایسے واقعات نہ دھرائیں جائیں۔

2۔ الاخوان المسلمون اور دیگر اسلامی تحریکات کو ختم کرنے کی سازش صیہونی اور صلیبی استعمار پسندوں کی تیار کردہ تھی۔ وہ مسلمانوں میں جو عقائد سے دوری اور اخلاقی فساد دیکھنا چاہتے تھے‘ وہ تحریکات کو ختم کر کے ہی آ سکتا تھا۔ 1954ء میں اُن کی سازش کامیاب ہوگئی اور اگر اس وقت بھی اسے روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو ایک۔ پھر یہ طاقتیں وار کریں گی خواہ اسلامی تحریکات کو دبانے کا نام دیں یا کچھ اور۔ تحریکات غلطیاں کر سکتی ہیں‘ اور ہوتی ہوں گی مگر الحاد اور اخلاقی زوال کے راستے کی رکاوٹ بھی یہی تحریکات تھیں ورنہ لادینیت کا جو سیلاب اتاترک کی کوششوں سے آیا تھا‘ شرق اوسط بھی اس کے بہاؤ میں تھا اور کوئی بند باندھنے والا نہ تھا۔

3۔ 1954ء میں جیسے ہی اخوان میدان سے ہٹا دیئے گئے الحاد اور اخلاقی گراوٹ نے معاشرے کو تیزی سے اپنی لپیٹ میں لینا شروع کیا۔ آئندہ اخوان کو نشانہ بنایا جاتا رہا تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا بھیانک نتائج دیکھنے کو ملیں گے۔ اس لیے مسئلے میں دور اندیشی کی ضرورت ہے۔ اسے جماعتی‘ علاقائی‘ ملکی‘ حکومتی مسئلہ بنا کر اس کی اہمیت ختم نہ کی جائے۔ یہ اخلاق کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ یہ پوری انسانیت کی بقا کا مسئلہ ہے۔ خود یہ حکومت انقلابی دعوؤں کے ساتھ برسر اقتدار آئی ہے اور اسے عمل سے ثبوت دینا ہے۔ قوم کی امیدیں اس سے وابستہ ہیں۔ اس کے لیے بھی وہ افراد معاون ہوں گے جو بلند اخلاق رکھتے ہوں‘ صاحب کردار ہوں‘ عقیدے کے وفادار ہوں۔ یہ ہے اصل طاقت جس کے سہارے کوئی نظام نہیں چلتا ہے۔ اسلحے کا تحفظ اُس وقت کوئی معنی نہیں رکھتا جب فوج کردار میں شکست کھا جائے۔ ہمارا دشمن سے اصل مقابلہ دین کا ہے اور اس کے لیے نعرے کافی نہ ہوں گے‘ عمل چاہئے۔

4۔ لوگ اکثر ہم سے پوچھتے ہیں کیا ایک تم ہی مسلمان ہو؟ اسلامی کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ مسجدوں میں نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔ ہر سال حج ہوتا ہے‘ لوگ جاتے ہیں۔ ریڈیو ٹی وی سے دینی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ پھر اور کیا چاہئے؟ کیا سب کافی نہیں؟

میں صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام ان ساری باتوں سے زیادہ وسیع تر اور ہمہ گیر ہے۔ وہ پوری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے اور اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب افراد کی تربیت کر کے اُنہیں اسلام کا نمونہ بنایا جائے کہ معاشرہ اسلام کو اپنا لے۔ اس کے بعد نظامِ حکومت بھی اسلام کے تابع ہو جائے گا۔ اسلام میں مجرد فلسفہ ہے نہ صرف افکار کا نام‘ جسے پھیلا دیا جائے مگر سننے والے نہ تربیت کے مرحلوں سے گزریں نہ ان افکار کو عمل سے جلا ملے اور نہ قوانین میں اسے اپنایا جائے۔ اسلام کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے صحیح نتائج نہیں نکل سکتے۔

اس زمانے میں الاخوان المسلمون کی تحریک اسی کام کے لیے اُٹھی تھی اور وہ کامیابی کے ساتھ یہ محاذ سنبھالے ہوئے تھی۔ اس نے تربیت سازی کے ذریعے جو افراد تیار کئے‘ وہ نمونہ تھے۔ اس میں غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر یہ غلطیاں اس تجربے کو یکسر رد نہیں کر سکتیں۔ وسائل میں غلطی ہو تو مقصد غلط نہیں۔ پھر ان غلطیوں تک پہنچانے میں اُن کا بھی ہاتھ ہے جنہوں نے اخوان کے ساتھ ایسا سلوک کیا اور انہیں اپنی سوچ دوسری طرف موڑنے کا موقع دیا۔

1952ء میں خود میں نے پوری کوشش کی کہ انقلابی جماعت کے حلقے میں تربیت سازی کا کام کروں۔ نوجوانوں کو جمع کر کے محنت شروع کی اور بڑے اچھے نتائج نکلنے لگے مگر انقلابی‘ حکومت میں آ گئے‘ شاہی نظام آ گیا‘ حکومت کا نشہ ہونے لگا۔ امریکہ نواز جمعیت فلاح نے ایسے حالات پیدا کئے کہ ان کوششوں پر پانی پھر جائے۔

حکمرانوں کے آس پاس مفاد پرستوں کا ایسا ٹولہ جمع ہوا‘ جسے یہ کوشش اچھی نہ لگی‘ حکمرانوں کو اس کی اہمیت کا احساس نہ تھا۔ غرض وہ تنظیم ٹھپ ہوگئی۔ اس کے بعد صرف الاخوان المسلمون سے کچھ امید کی جا سکتی تھی کیونکہ وہی اس ذمے داری کو سنبھالے ہوئے تھے۔

اسلام کا معاملہ یہ ہے کہ وہ کسی ملک میں اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک وہاں تربیت سازی نہ ہو جائے اور اس کام کے لیے باقاعدہ ایک تحریک برسرِ عمل نہ ہو کیونکہ حکومتیں اپنے مفادات کی وجہ سے اس فریضے سے غافل ہیں بلکہ بعض دفعہ رکاوٹ بنتی ہیں لیکن جب ایسے افراد بڑھیں گے تو شریعت ہر معاملے میں رہنما بنے گی اور حکومت بھی اس کے تحت آ جائے گی۔

یہ باتیں وہ شخص لکھ رہا ہے جو اللہ کے پاس جانے والا ہے اور اس کی پوری کوشش اور خواہش ہے کہ وہ اخلاق کا دامن تھامے رہے اور اس کا ضمیر مطمئن ہو جائے کہ اس نے دعوت پہنچا دی اور اس کام سے آخری لمحے تک غافل نہ رہا۔

جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔

سید قطب
فوجی جیل
22 اکتوبر 1965ء

(جاری ہے)

## نماز روزہ کے ساتھ ساتھ معاملات، لین دین اور طرز زندگی میں بھی

# شریعت کی پابندی ضروری ہے!

فرقان دانش خان

اللہ کی بندگی کا تقاضا ہے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ اور رسول کی اطاعت اختیار کی جائے۔ لیکن ہم صرف نماز، روزہ کی ادائیگی پر ہی مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے بندگی کا تقاضا پورا کر دیا۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ معاشرتی، معاشی اور سیاسی سطح پر بھی اللہ کی اطاعت اتنی ہی ضروری ہے جتنی نماز کے دوران قیام، رکوع اور سجود کی ترتیب کا لحاظ رکھنا۔

قرآن حکیم میں سابقہ انبیاء کرام کی اقوام کے تذکروں سے یہ بات واضح ہے کہ جن قوموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ان میں سے بیشتر معاشرتی برائیوں میں مبتلا تھیں۔ مثلاً اہل مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ ان کی قوم سے قرآن حکیم کچھ اس طرح خطاب کرتا ہے:

''وزن اور میزان پورے کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔'' (الاعراف:85)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔'' ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ وہ جرم ہے جس کی پاداش میں قوم شعیب علیہ السلام ہلاک کر دی گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام سدوم اور عامورہ کی بستیوں کی طرف بھیجے گئے۔ یہ لوگ کھلے عام بے حیائی اور بے غیرتی کے کام کیا کرتے تھے۔ قرآن نے ان کی برائیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

''کیا تم بدفعلی کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو اور ڈاکے ڈالتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں منکرات کا ارتکاب کرتے ہو۔'' (العنکبوت:29)

سورۃ النمل میں ارشاد ہے: ''اور یاد کرو جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھتے بھالتے بے حیائی (فحاشی) کے کام کیوں کرتے ہو؟'' بالآخر ان معاشرتی برائیوں کے باعث یہ قوم بھی اللہ کے عذاب کا شکار ہو کر ہلاک ہو گئی۔

رشوت کے بارے میں تو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان رُوح کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے: فرمایا:

((اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ)) ''رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

ایک ... معاشرتی برائی اسراف بھی ہے جس کی قرآن حکیم میں سختی سے ممانعت آئی ہے اور اسے شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا: ''بے شک اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔'' (بنی اسرائیل:27)

حیا مومن کی صفت ہے۔ اللہ بے حیائی سے سخت نفرت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

''بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ کھلی ہو یا پوشیدہ۔'' (انعام:151)

سورۃ اعراف (آیت 33) میں فرمایا:

''کہہ دو میرے رب نے تمام بے حیائیوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا خفیہ۔''

سورۃ النحل (آیت 90) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تمہیں منع فرماتا ہے بے حیائی اور برائی سے۔''

اس ضمن میں درج ذیل فرمان الٰہی تو کیبل، ڈش، اور ٹی وی چینل چلانے والوں کے لیے خاص توجہ طلب ہے۔

''جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔'' (النور:19)

پردے کے احکام بھی اسی ضمن میں ہیں تاکہ مخلوط معاشرت کا موقع نہ رہے اور بے حیائی اور فحاشی کے کاموں سے بچا جا سکے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اور پرے جھانکتا ہے۔ وہ اپنے رب کی خوشنودی سے قریب تر ہوتی ہے جب اپنے گھر کے کمرے کے اندر ہوتی ہے۔''

قرآن مجید میں بے حیائی سے بچنے کے لیے حکم اس طرح سے بھی آیا ہے۔

''اے نبی! مومن مردوں سے کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہے۔'' (النور:30)

معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ اوپر ان برائیوں کا بیان ہوا جنہیں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ برائی سمجھتا ہے۔ لیکن بہت سی معاشرتی برائیاں مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، وعدہ خلافی اور قول و فعل کے تضاد کو تو ایسے افراد بھی گناہ کا کام نہیں سمجھتے جو خود کو دیندار کہتے ہیں۔ حالانکہ ان معاملات پر قرآن حکیم نے وضاحت سے ہمیں تعلیم دی ہے۔ مثلاً قول و فعل کے تضاد کے حوالے سے سورۃ الصف کی آیات 3,2 میں فرمایا:

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک انتہائی بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔''

اب دیکھیے کہ غیبت کے بارے میں کس انداز سے منع کیا گیا۔ فرمایا:

''اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔'' (کیونکہ غیبت ایسے ہی ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا)۔ (الحجرات:12)

قرآن حکیم میں ایفائے عہد کی جابجا تاکید موجود ہے۔ ایک مقام پر وعدہ خلافی اور عہد توڑنے والے کے تو ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ فرمایا:

''یہ لوگ جب کوئی عہد کرتے تو ان میں سے کوئی فریق اس عہد کو توڑ دیتا ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے۔'' (البقرۃ:100)

خطبات جمعہ میں یہ فرمان رسول ﷺ ہم ہر جمعہ کو سنتے ہیں کہ:

''اس کا دین نہیں جو عہد کی پاسداری نہ کرے اور اس کا ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔''

**سابقہ نافرمان اقوام کسی ایک معاشرتی برائی کے سبب ہلاک کی گئیں جبکہ من حیث القوم ہم میں یہ تمام برائیاں موجود ہیں۔ ناپ تول میں کمی، رشوت، بے حیائی، جھوٹ، وعدہ خلافی عام ہے۔ معاملات میں شریعت سے کھلم کھلا انحراف کیا جا رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ کے عذاب سے بے خوف ہیں**

یہ بات انتہائی غور طلب ہے کہ سابقہ اقوام، اوپر بیان کی گئی برائیوں میں سے صرف کسی ایک معاشرتی برائی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔ جبکہ ہمارا کیا حال ہے؟ من حیث القوم ہم میں یہ تمام برائیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ الا ماشاء اللہ ایسے افراد ضرور ہیں جو ان برائیوں سے اجتناب کرتے ہیں، لیکن دنیا میں اللہ تعالیٰ قوم کی اکثریت کے اعمال پر فیصلہ فرماتا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ہم غضب الٰہی کا شکار ہوں۔ اس سے پہلے کہ زمین پوری شدت سے ہلا ڈالی جائے، اب بھی وقت ہے کہ ہم ان گناہوں سے باز آ جائیں۔ آئیے ہم اپنی اصلاح کر لیں۔ اے ہمارے رب ہم توبہ کرتے ہیں۔

# یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں ۔ میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

مارچ 1951ء میں حکومت نے صوبہ پنجاب کی اسمبلی کے لیے الیکشن کرائے۔ ان انتخابات میں جماعت اسلامی نے بھی حصہ لینے کا اعلان کیا لیکن مروجہ طریق کار کے تحت نہیں بلکہ ایک نئے سسٹم کے تحت جسے ''پنچایت سسٹم'' کا نام دیا گیا۔ اس میں ہونا یہ تھا کہ جس حلقہ کے انتخاب میں جماعت کو حصہ لینا ہوتا تھا' وہاں پر محلوں کی بنیاد پر پنچایت بنتی تھی جس میں جماعت کے افراد کے علاوہ محلّہ کے سربرآوردہ' نیک اور دیندار لوگ شریک ہوتے تھے۔ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو چنتے تھے۔ تمام محلوں میں اس طرح کے چنے ہوئے لوگوں کی پھر ایک پنچایت بیٹھتی تھی جو اپنے میں سے پورے شہر کے صالح نمائندہ کا انتخاب کرتی تھی۔ پھر پورے حلقہ (Constituency) کے نمائندے بیٹھ کر (یہ مرکزی پنچایت ہوتی تھی) اپنے میں سے ایک شخص کا انتخاب کرتے تھے۔ یہ شخص اس حلقہ کا جماعت اسلامی کی طرف سے نمائندہ ہوتا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اس کا تعلق جماعت اسلامی ہی سے ہو بلکہ اکثر cases میں جماعت سے باہر کے پنچایتی نمائندے چنے گئے۔ ان کے لیے البتہ یہ لازم تھا کہ نہ تو وہ اپنے لیے کوئی کنویسنگ کریں گے نہ ہی اپنا ایک پیسہ خرچ کریں گے۔ یہ سب کام جماعت ہی انجام دے گی۔ اس طرح پنجاب کے متعدد حلقوں میں کام شروع ہو گیا۔ پنجاب میں جماعت اسلامی کے کارکن اس مہم میں لگے ہوئے تھے لیکن مزید افرادِ کار کی ضرورت ہوئی جس کے لیے اپیل کی گئی۔

اسلامی جمعیت طلبہ کا جماعت اسلامی سے سوائے نصب العین اور مقصد کے کوئی تنظیمی تعلق نہ تھا۔ دونوں کا نظم الگ تھا۔ شوریٰ علیحدہ تھی۔ اپنے فیصلے خود کرتے تھے لیکن ملک میں جب کوئی مہم درپیش ہوتی تھی' جیسے ''مطالبۂ نظام اسلامی'' کی مہم یا انتخابی مہم وغیرہ تو اس میں جمعیت کے کارکنان جماعت اسلامی کی مدد کیا کرتے تھے۔ صوبۂ پنجاب کی انتخابی مہم سر کرنے کے لیے بھی جمعیت کے بہت سے کارکنوں نے (صوبہ پنجاب ہی کے نہیں بلکہ دوسرے صوبوں خصوصاً کراچی سے بھی) اپنی خدمات پیش کیں جو قبول کر لی گئیں۔ میں کہاں پیچھے رہنے والا تھا...... یوں میرا لاہور میں ایک ذاتی کام بھی تھا اور وہ یہ کہ وہاں پر میری چھوٹی بہن اپنی ایک قریبی عزیزہ کے ہاں مقیم تھی' اسے کراچی لانا تھا۔ میں نے سرکاری دفتر سے اس کام کے لیے رخصت لی۔ پندرہ روز کی رخصت بمشکل مل سکی۔ میں امیر جماعت اسلامی کراچی چودھری غلام محمد صاحب کے پاس گیا۔ پنجاب کی انتخابی مہم کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا' لیکن صرف پندرہ دن کے لیے۔ نیز یہ بھی عرض کیا کہ چونکہ میرا ایک ذاتی کام بھی ہے یعنی بہن کو کراچی لانا' اس لیے ایک طرف کا کرایہ جماعت دے دے' دوسری طرف کا میں برداشت کروں گا۔ چودھری صاحب مرحوم مجھ پر بلکہ تمام ہی کارکنوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ''نہیں قاضی صاحب' جماعت آپ کو دونوں طرف کے ٹکٹ کی رقم دے گی''۔ گو میرے معاشی حالات ابتر تھے' میں چاہتا تو اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اور اصرار کیا کہ ایک طرف کا کرایہ بہرحال میں خود ادا کروں گا کیونکہ تحریک کے ساتھ ساتھ میرا ذاتی کام بھی ہے۔ کراچی تا لاہور اس وقت تھرڈ کلاس کا (ایک طرف کا) کرایہ انیس (19) روپے ہوتا تھا۔ بہن کو بھی ساتھ لانا تھا اس لیے اڑتیس (38) روپے ادا کرنے پڑے جو اس زمانہ میں میرے لیے ایک بڑی رقم تھی' جس کا مشکل سے انتظام ہو سکا۔

چودھری صاحب نے ایک گروپ کے ساتھ مجھے لاہور روانہ کر دیا۔ پاکستان میں ریل کا یہ میرا پہلا سفر تھا۔ ذیلدار پارک اچھرہ میں مرکز جماعت کے قریب ہی شاہ جمال اسٹریٹ پر ایک بنگلہ تھا جس میں نعیم صدیقی صاحب اور غالباً صفدر صاحب رہتے تھے (جو جماعت کے بہترین کارکن تھے' بعد میں جماعت اسلامی کو چھوڑ کر سیکولر جماعت نیشنل عوامی پارٹی میں شامل ہو گئے)۔ اس بنگلہ کا ایک بڑا کمرہ انتخابی مہم کے سلسلہ میں ٹرانزٹ کیمپ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہمیں بھی وہیں ٹھہرایا گیا۔ کمرہ میں گنجائش کم تھی اس لیے برآمدہ تک میں بستر بچھے ہوئے تھے۔ صبح کو وہاں سے ہمیں ناظم انتخابات مولانا عبدالجبار غازی صاحب کے دفتر لے جایا گیا' جو روزنامہ ''تسنیم'' (یہ جماعت اسلامی کا ترجمان تھا) کے دفتر واقع النسر وربلڈنگ' بینک اسکوائر' مال روڈ کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں واقع تھا۔ غازی صاحب کے سامنے ہر ایک کی ''پیشی'' ہوئی۔ میری پیشی کا جب نمبر آیا تو موصوف کا موڈ کچھ خراب تھا۔ کہنے لگے کہ پندرہ پندرہ دن کے لیے لوگوں کو بھیج دیا جاتا ہے' اس سے کیا ہوگا۔ قریب ہی روزنامہ ''تسنیم'' کے مدیر مصباح الاسلام فاروقی صاحب موجود تھے۔ انہوں نے یہ سوچتے ہوئے کہ غازی صاحب کا اس طرح ناراضی کا اظہار کرنا کہیں اس نوجوان لڑکے کو طول نہ کر دے' مجھے اپنے پاس بلایا۔ اپنی میٹھی میٹھی باتوں کے ساتھ میٹھی چائے پلائی۔ بس اسی روز سے ہماری فاروقی صاحب سے دوستی ہو گئی۔ عمر میں مجھ سے خاصے بڑے تھے لیکن جماعت کے مخلص ترین انتھک کارکن تھے۔ میں چونکہ صرف پندرہ روز کے لیے آیا تھا اس لیے مجھے لاہور سے باہر کہیں نہ بھیجا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میری ڈیوٹی لاہور ہی میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے انتخابی حلقہ میں لگی جو اچھرہ' مسلم ٹاؤن وغیرہ پر مشتمل تھا۔ قیام میرا وہیں شاہ جمال اسٹریٹ والے بنگلہ کے ''ٹرانزٹ کیمپ'' میں رکھا گیا۔ وہاں رہنے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ دوسرے علاقوں سے جو کارکن کام کرنے کے لیے آ رہے تھے' ان سے تعارف حاصل ہوا۔ کئی تو کراچی جماعت ہی کے تھے جن سے میں پہلے متعارف نہیں تھا۔ صوبہ سرحد سے دوسرے لوگوں کے علاوہ سردار احمد صاحب اور مولانا فضل محمود صاحب آئے تھے' وہ اب تک یاد ہیں۔ اور بھی بہت سے لوگ تھے جن سے یہاں پر تعارف ہوا کیونکہ سب کا پہلا پڑاؤ یہیں ہوتا تھا اور پھر

عوامی رابطہ مہم کے سلسلے میں ایک صاحب کے گھر گئے' ان کے ڈرائنگ روم میں عجیب چیز دیکھی۔ آتش خانہ میں دونوں طرف تصویروں کے دو فریم رکھے ہوئے تھے۔ ایک فریم میں مولانا مودودیؒ کی تصویر تھی تو دوسرے میں...... حیرت نہ کیجیے...... لینن کی

جہاں ڈیوٹی لگتی تھی اس انتخابی حلقہ میں چلے جاتے تھے۔

ہم نے پندرہ دن وہاں خوب لگ کر کام کیا۔ کام کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کئی گروپ بنا دیئے گئے تھے۔ کچھ کو تو عام پبلسٹی وغیرہ کرنا تھی اور کچھ گھر گھر جا کر رابطہ کرتے تھے۔ مجھے دوسرے گروپ میں رکھا گیا۔ دن میں چونکہ لوگ اپنے دفتر یا کاروبار کی جگہ جاتے تھے اس لیے ہم نے شام کا وقت لوگوں سے رابطہ کے لیے رکھا تھا تا کہ لوگ گھر پر مل سکیں۔ عصر کی نماز کے بعد سے عشاء کی نماز کے خاصی دیر بعد تک ہم گھر گھر جا کر لوگوں سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ اپنا انتخابی لٹریچر (ہینڈ بل وغیرہ) اور جماعت کا انتخابی منشور ان تک پہنچاتے تھے' تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔ وہاں مختلف خیالات کے لوگوں سے واسطہ پڑا اور اس طرح پندرہ دن میں دعوت پہنچانے کا ایک اچھا خاصا تجربہ ہو گیا۔ صبح کا وقت ہمارے پاس فارغ ہوتا تھا اس لیے انتخابی مہم کے سلسلہ میں دیگر حضرات کے ساتھ مل کر متعدد کام انجام دیتا تھا۔ فرسٹ ایئر کا امتحان قریب تھا' میں دو ایک کتب ساتھ لے گیا تھا کہ ریل میں اور لاہور میں وقت اگر ملے تو پڑھ لوں گا لیکن یہاں اس کے لیے وقت کہاں!

ایک روز مجھے ایک کام کے لیے کہا گیا کہ مال روڈ پر ناظم انتخابات کے دفتر جا کر انجام دوں۔ اچھرہ سے مال روڈ بینک اسکوائر تک جانا تھا۔ پیسے میرے پاس بہت کم تھے' جنہیں بہت کفایت سے خرچ کرتا تھا۔ میں پیدل ہی چل کھڑا ہوا۔ اس سے پہلے بھی کئی بار وہاں پیدل جا اور آ چکا تھا۔ فیروز پور روڈ پر میں جا رہا تھا کہ قریب ہی ایک موٹر سائیکل آ کر رکی۔ دیکھا تو اس پر سید نقی علی صاحب سوار تھے اور کسی کام سے شہر جا رہے تھے۔ سید نقی علی صاحب جماعت کے بڑے پرانے رکن ہوتے تھے۔ اچھرہ میں جماعت نے "نیا مدرسہ" کے نام سے اسکول کھولا تھا' اس کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ "قادیانی مسئلہ" پمفلٹ لکھنے کے "جرم" میں جب مولانا مودودی کو مارشل لاء کورٹ سے سزائے موت سنائی گئی (جس کا ذکر آگے آئے گا) تو اس وقت مکتبہ کے ناظم سید نقی علی صاحب تھے۔ انہیں اس پمفلٹ کو شائع کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا کا اعلان ہوا۔ ہاں تو سید نقی علی صاحب نے موٹر سائیکل روک کر مجھ سے پوچھا: یہ تم پیدل کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا کہ ناظم انتخابات کے دفتر بینک اسکوائر۔ کہنے لگے: اتنی دور اور پیدل۔ میں نے کہا' جی ہاں۔ وہ سمجھ گئے کہ پیسے پاس نہیں ہیں' اس لیے بس سے نہیں جا سکتا۔ کہا' موٹر سائیکل پر بیٹھ جاؤ۔ پھر وہ مجھے بینک اسکوائر چھوڑ کر اپنے کام کو چلے گئے۔

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

عوامی رابطہ مہم کے سلسلہ میں نئے نئے تجربات ہوئے۔ ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑا۔ چونکہ حکومت کی طرف سے مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف جھوٹے الزامات کی شدید مہم جاری تھی' جس سے خاصی تعداد اگر متاثر نہیں تو جماعت کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہو گئی تھی' لہٰذا ہمیں گھر گھر جا کر لوگوں کو سمجھانا پڑتا تھا' غلط فہمیاں رفع کرنی پڑتی تھیں' گند صاف کرنا پڑتا تھا۔ ایسے لوگ بھی ملے جنہوں نے ہمیں دل و جان سے خوش آمدید کہا اور ہمارے ساتھ مل کر اپنے علاقہ میں گھر گھر جا کر کام کیے۔ یوں کارکنوں کی ایک نئی ٹیم پیدا ہو گئی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک صاحب سے ملاقات کو جب ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو جو صاحب نکلے اور انہوں نے دیکھا کہ جماعت کے کارکن آئے ہیں تو وہ ہمیں اندر اپنے ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ چائے وغیرہ سے تواضع کی۔ وہاں ہم نے ایک عجیب چیز دیکھی۔ آتش خانہ پر دونوں طرف تصویروں کے دو فریم رکھے تھے۔ ایک فریم میں مولانا مودودی کی تصویر تھی تو دوسرے میں...... حیرت نہ کیجئے...... لینن کی۔ ہمیں یہ کچھ عجیب سا لگا۔ ایک جسم میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں بنائے...... لیکن ہاں...... یہ "اسلامی اشتراکیت" کا ایک تصویری نمونہ ہو سکتا تھا! بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت!

پندرہ دن بڑی جلدی گزر گئے' لیکن اس قلیل عرصہ میں ہم نے دعوت دین پہنچانے کے سلسلہ میں بہت کچھ سیکھ لیا۔ اچھا تجربہ حاصل ہو گیا۔ پندرہ دن کے بعد ہم اپنی بہن کو لے کر واپس کراچی آ گئے۔ (جاری ہے)

گوشۂ خواتین

# اسلام میں حیا کی اہمیت

مسز ڈاکٹر رفیع الدین

حیا انسان کی فطری صفت ہے۔ جو شخص جتنا زیادہ حیادار ہو گا اتنا ہی وہ اپنے معاشرے میں باوقار سمجھا جائے گا۔ کیونکہ حیا اس حالت کا نام ہے جو انسان کے دِل میں ایمان کے سبب سے ہر بُرائی اور عیب کے کام سے تنفر اور انقباض پیدا کرتی ہے۔ شریعت اسلامی میں اس صفت کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے امت کو اس کی نہایت تاکید فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ)) (مسلم) "حیا ساری کی ساری خیر ہی ہے"۔

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ)) "ہر دین کی ایک امتیازی صفت ہوتی ہے اور اسلام کی امتیازی صفت حیا ہے"۔

((اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ)) حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی اُٹھ جائے تو دوسرا بھی خود بخود اُٹھ جاتا ہے"۔

الغرض برائیوں سے حیا اور شرم نہ صرف فطری تقاضا ہے بلکہ شریعت کے نزدیک بھی نہایت پسندیدہ عادت ہے جو ہر مومن کی صفت ہے۔ مسلمان اگر اس صفت سے محروم ہو تو وہ کبھی بھی کامل طور پر ایمان کے تقاضوں پر عمل نہیں کر سکتا۔ حیا اس چیز کا نام ہے جو انسان کو اللہ رب العزت کی نافرمانی بداخلاقی اور دیگر برائیوں سے روکتی ہے۔ حیا کے بارے میں حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے۔

((اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ)) حیا ایمان کی ہی ایک شاخ ہے"۔

ایمان کے ساٹھ' ستر یا اس سے کچھ اوپر درجات ہیں' اور حیا بھی ایمان کے درجوں میں سے ایک درجہ ہے۔ حیا ایمان کی نہایت اہم شاخ ہے۔ حیا نفس انسانی کی اصلاح و تربیت میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ اور انسان کو مختلف برائیوں اور غلط کاموں سے روکتی ہے۔ جس کا نتیجہ معاشرے کے حق میں بہت اچھا ہوتا ہے۔ جس شخص میں حیا ہو گی وہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے آخرت میں کامیاب ہو گا۔

ہر انسان اپنے اندر کچھ نہ کچھ حیا اور شرم کا مادہ رکھتا ہے۔ وہ دوسرے انسانوں کے سامنے عموماً بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں کو پسند نہیں کرتا اور کوشش کرتا ہے کہ اسے کوئی شخص برائی کرتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ پس جو شخص جتنا حیادار ہو گا اتنا ہی وہ برائیوں سے بچا رہے گا۔ حضور ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کنواری لڑکی سے زیادہ حیادار تھے' اسی طرح حضرت عثمانؓ کی حیا تو ضرب المثل ہے۔

ان سب اقوال کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں اولاً اللہ تعالیٰ کی ان انمول اور بے حساب نعمتوں کو یاد رکھنا چاہیے جو ہم پر ہر وقت بارش کی طرح برس رہی ہیں' پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم ان نعمتوں کا کیا حق ادا کر رہے ہیں' اور ہم سے کتنی کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔ اس سے ہمیں خود بخود احساس ہو گا کہ ہمارے لیے کوئی بھی ایسا کام ہرگز مناسب نہیں جو ہمارے خالق و مالک اور مہربان رب کو ناپسند ہو اور جس سے اس کی نعمتوں کی ناقدری لازم آتی ہو۔ اسی احساس کا نام حیا ہے۔ جو مومن کی اہم ترین امتیازی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ امت کے ہر فرد کو صفت حیا سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

# غیر مقبول سیاسی فیصلے یا اتفاق رائے

عباس مہکری

وادی سندھ کا شمار دنیا کی قدیم ترین اور عظیم تہذیبوں میں ہوتا ہے۔ یہ وادی عظیم سندھ دریا اور اس کے دونوں اطراف اس میں گرنے والے درجنوں چھوٹے بڑے دریاؤں کی گزرگاہوں والے علاقوں پر مشتمل ہے۔ یہاں کے لوگ مضبوط تہذیبی' ثقافتی اور سماجی بندھنوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ایک تہذیبی اکائی تشکیل دیتے ہیں۔ اگرچہ وادی سندھ کے مختلف علاقے تاریخ کے مختلف ادوار میں حملہ آوروں کی مختلف حکومتوں میں تقسیم رہے لیکن ان کی تہذیبی وحدت کو کوئی بھی نہیں ختم کرسکا۔

دنیا کی دیگر تہذیبوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی تاریخ افراتفری' خونریزی اور جنگوں سے بھری ہوئی ہے لیکن وادی سندھ کے بارے میں ہر کوئی اس بات پر متفق ہے کہ یہ امن اور محبتوں کی سرزمین ہے۔ یہاں اگرچہ کئی حملہ آور اپنی جارحیت اور لوٹ مار کے عزائم کے ساتھ آئے اور ان علاقوں پر تسلط حاصل کیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی اس طاقتور تہذیب میں ضم ہوگئے اور اپنے جارحانہ رویے ترک کردیئے۔

وادئ سندھ صوفیاء کی سرزمین ہے' جو صرف اور صرف محبت کا درس دیتے ہیں لیکن آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سندھ دریا کی وجہ سے جنم لینے والی ایک تہذیب کو تنازع سے دوچار کردیا گیا ہے۔ جو اس کی وحدت کے لیے خطرہ بن سکتا ہے اور تنازع کسی اور مسئلے پر نہیں بلکہ دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کے مسئلے پر ہے۔ اس تنازع کو اگر افہام وتفہیم اور پرامن طریقے سے حل نہیں کیا گیا تو یہ بات یہاں کی تہذیبی روایات کے منافی ہوگی۔

آج کل دریائے سندھ پر بڑے ڈیمز خصوصاً کالاباغ ڈیم تعمیر کرنے کا معاملہ ایک بار پھر سنگین شکل اختیار کرچکا ہے۔ صدر جنرل پرویز مشرف' وزیراعظم شوکت عزیز اور حکومت کے دیگر اعلیٰ عہدیداران کی سرگرمیوں اور بیانات سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ موجودہ حکومت دریائے سندھ پر بڑے ڈیمز بنانے کے لیے تیاری کرچکی ہے۔ بعض اخبارات تو یہ بھی دعویٰ کررہے ہیں کہ کالاباغ ڈیم بنانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ اس بات پر صوبہ سندھ میں غم وغصے کی زبردست لہر پیدا ہوئی ہے۔ سندھ میں اب تک کوئی قابل ذکر اور عوامی سطح پر موثر ایسا حلقہ سامنے نہیں آیا ہے' جو کھل کر یہ بات کہے کہ وہ کالاباغ ڈیم کی حمایت کرتا ہے اور اپنے اس موقف پر سندھ کے عوام کو قائل کرسکتا ہے۔ سندھ کی بعض سیاسی شخصیات انفرادی اور ایک دو سیاسی گروہ اندرونی طور پر بڑے آبی ذخائر یا کالاباغ ڈیم کی تعمیر کی حمایت کررہے ہوں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ وہ سندھ کے عوام کو بھی اس بات پر راضی کرلیں گے۔ کالاباغ ڈیم سندھ کے لیے حساس سیاسی مسئلہ ہے اور یہاں کے لوگ فی الوقت اس منصوبے کو قبول کرنے کے لیے راضی نہیں ہیں۔ ان کے جذبات اور احساسات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی واضح ہے کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے عوام بھی کالاباغ ڈیم کو مسترد کرچکے ہیں۔

صدر جنرل پرویز مشرف اور ان کے رفقاء مسلسل یہ بات کہہ رہے ہیں کہ بڑے آبی ذخائر کی تعمیر سے متعلق جو بھی فیصلہ ہوگا' وہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے اتفاق رائے سے ہوگا۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ غیر مقبول سیاسی فیصلہ کرنا ہوگا۔ ''اتفاق رائے'' کیا ہوتا ہے؟ یوں

**صوبہ سندھ میں اب تک کوئی قابل ذکر اور عوامی سطح پر موثر ایسا حلقہ سامنے نہیں آیا جو کھل کر یہ بات کہے کہ وہ کالاباغ ڈیم کی حمایت کرتا ہے اور اپنے مؤقف پر سندھ کے عوام کو قائل کرسکتا ہے**

محسوس ہوتا ہے کہ اس اصطلاح کی تعریف اور تشریح پر ڈیمز کے مخالف اور حامی حلقوں میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ پاکستان کے تین صوبوں یعنی سندھ' سرحد اور بلوچستان کی اسمبلیاں کالاباغ ڈیم کی مجوزہ تعمیر کے خلاف قراردادیں منظور کرچکی ہیں۔ اس وقت بھی سندھ اور بلوچستان میں صدر جنرل پرویز مشرف کے حامی سیاستدان اقتدار میں ہیں' وہ بھی کالاباغ ڈیم کے حق میں اسمبلیوں میں بات نہیں کررہے بلکہ سندھ کے منتخب ارکان نے تو صدر اور وزیراعظم کی موجودگی میں کالاباغ ڈیم کی مخالفت کی۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی ڈیمز کی تعمیر کے حق میں اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے مزید کوشش کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صدر جنرل پرویز مشرف نے اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے بعض قابل تقلید اور اعلیٰ روایات قائم کی ہیں جن کی ماضی میں بہت کم مثال ملتی ہے۔ وہ منتخب ارکان اور دیگر مختلف حلقوں کے ممتاز افراد سے خود ملاقاتیں کررہے ہیں اور ان کی باتیں انتہائی تحمل اور بردباری سے سن رہے ہیں۔ انہوں نے ڈیمز کے ایشو پر ایسی بحث شروع کردی ہے جو پہلے کبھی اس طرح نہیں ہوئی تھی۔ وہ سیاستدان اور منتخب ارکان ان کے سامنے ان کے موقف کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں' جو ان کے سامنے بول بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ ان سیاستدانوں کو علم ہے کہ وہ آج اگر حکومت میں ہیں تو صرف اور صرف صدر جنرل پرویز مشرف کی وجہ سے ہیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنے بڑے فورم پر صدر کے موقف کے خلاف بات کرسکیں گے۔ صدر کے مخالف حلقوں کا خیال ہے کہ یہ عوامی دباؤ کا نتیجہ ہے کہ صدر پرویز مشرف نہ صرف اپنی مرضی کے خلاف باتیں سن رہے ہیں بلکہ ان کے قریبی لوگ بھی صدر کے سامنے کالاباغ ڈیم کی حمایت نہیں کررہے ہیں۔

بڑے آبی ذخائر کی تعمیر کے حامی اور مخالفین دونوں میں اس بات پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جو بھی فیصلہ ہو' اتفاق رائے سے ہو۔ افہام وتفہیم سے معاملات کو حل کرنے اور جارحیت سے گریز کرنے کا یہ لچکدار رویہ وادی سندھ کے لوگوں کے مزاج کا خاصا رہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جو بھی فیصلہ ہو' وہ حقیقی اتفاق رائے سے ہو۔ خوف اس بات سے آتا ہے جب کہا جاتا ہے کہ غیر مقبول سیاسی فیصلہ کرنا ہوگا۔

بعض سیاسی حلقے اس خدشے کا بھی اظہار کررہے ہیں کہ موجودہ سندھ اسمبلی کا وجود خطرے میں ہے کیونکہ سندھ اسمبلی میں سرکاری اور اپوزیشن ارکان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کالاباغ ڈیم کی حمایت کریں۔ یہ بہت ہی غیر مقبول سیاسی فیصلہ ہوگا۔ حقیقی اتفاق رائے کے لیے ضروری ہے کہ سندھ اسمبلی کے بارے میں ان خدشات کو درست ثابت نہ ہونے دیا جائے۔ وادی سندھ کے لوگوں کا مزاحمت کا انداز دنیا کے دیگر خطوں کے عوام سے قطعی مختلف ہے۔ وہ تشدد اور لڑائی سے گریز کرتے ہیں لیکن اگر وہ کسی سے ناراض یا لاتعلق ہوجائیں تو ان کی اس صوفیانہ مزاحمت کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ خدا نہ کرے کہ موجودہ پاکستان میں ایسے حالات پیدا ہوں۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)

# ☆ کیا خاوند کے بھتیجے یا بھانجے سے پردہ لازم ہے؟
# ☆ کیا خاوند اپنی بیوی کو مار سکتا ہے؟ چہرہ پر نقاب نہ لینا کیسا ہے؟
# پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی ذمہ دار حکومتیں ہیں یا عوام؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

سوال: شرعی حوالے سے سالگرہ کی کس حد تک گنجائش موجود ہے؟ (قاسم نذیر)

جواب: سالگرہ ایک نئی رسم ہے' جو مغرب سے آئی ہے۔ اس اعتبار سے ہمیں اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ حضورﷺ کے دور میں بلکہ صحابہ یا تابعین کے دور میں بھی کسی کی سالگرہ نہیں منائی گئی۔ یہ مغربی تہذیب کی رسومات میں سے ہے۔ لہٰذا ایسی رسومات کو اختیار کرنے کی بجائے ترک کر دینا بہت بہتر ہے۔

سوال: میرے پاس ایک لاکھ روپے ہیں ایک آدمی مجھے کہہ رہا ہے کہ میں اس رقم کو اپنے کاروبار میں لگانا چاہتا ہوں۔ جو منافع مجھے ہوگا' اس میں سے کچھ تمہیں دے دوں گا' اور کچھ خود رکھ لوں گا۔ کیا یہ درست ہے؟ (محمد صدیق)

جواب: آپ کا ایک لاکھ روپیہ ہے اور آپ کام نہیں کریں گے کام وہ کرے گا' تو شرعی اعتبار سے اس کے دو امکانات ہیں۔ اگر کاروبار میں کل سرمایہ آپ کا ہے اور دوسرے شخص کی صرف محنت ہے تو یہ مضاربت کا معاملہ ہے۔ مضاربت میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک لاکھ کے اندر نقصان ہو گیا۔ تو سرمائے کا کل نقصان آپ کو برداشت کرنا پڑے گا۔ کام کرنے والے پر سوائے محنت کے ضیاع کے کوئی بوجھ نہیں آئے گا۔ لیکن اگر نفع ہوگا تو پہلے سے طے کریں کہ نفع کس شرح سے تقسیم ہوگا' نصف' چوتھائی' تین چوتھائی یا کسی اور شرح سے۔ اور اگر کاروبار میں دونوں کا سرمایہ ہے تو منافع کی تقسیم پہلے سے طے شدہ شرح کے مطابق ہوگی اور نقصان اپنے اپنے سرمایے کی نسبت سے اٹھانا پڑے گا۔ ان امور کا لحاظ کرتے ہوئے پیسہ لگایا جائے تو درست ہے' ورنہ معاملہ شرعی اعتبار سے درست نہ ہوگا۔

سوال: برقع پہنا جائے مگر نقاب نہ لیا جائے' گویا چہرہ کھلا رکھا جائے تو کیا گناہ ہوگا؟

جواب: یقیناً گناہ ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ چہرے کا پردہ لازم نہیں ہے۔ لیکن اکثریت کی رائے یہ ہے کہ چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے۔ لہٰذا نامحرم کے سامنے چہرہ کھلا رکھنا گناہ کا کام ہے (تفصیلات کے لیے دیکھیں ''چہرے کا پردہ' واجب مستحب یا بدعت'' حکمت قرآن' نومبر' دسمبر 2005ء)

سوال: پاکستان میں دین کا نظام قائم نہ ہونے کی ذمہ داری صرف پاکستانی حکومتوں پر ہے' یا عوام بھی اس کے مجرم ہیں؟ (محمد فاروق)

جواب: اصل میں عوام اور حکومت الگ ہیں ہی نہیں۔ حضورﷺ کی حدیث ہے: **((اعمالکم عمالکم))** یعنی ''تمہارے اپنے اعمال تم پر حاکم ہو جاتے ہیں''۔ جیسے عوام ہوتے ہیں ویسی حکومت آتی ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نہ آنے میں اگرچہ مختلف جماعتوں یا اشخاص کا رول زیادہ ہو سکتا ہے' لیکن کلی طور پر اس سے بری کوئی بھی نہیں ہے' اِلّا یہ کہ کسی نے اپنا تن من دھن دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں لگایا ہو۔ وہ کہہ سکے گا۔ پروردگار! تو نے مجھے جو صلاحیت دی تھی' وقت دیا تھا' وسائل دیے تھے' میں نے سب لگائے تھے تاکہ یہاں دین قائم ہو جائے' ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں بری الذمہ ہو سکے گا۔ تو آپ بھی پھر اس معاشرے کے ساتھ ہیں' چاہے آپ خود اس شر میں ملوث نہ ہوں۔ لیکن آپ کا انجام وہی ہوگا جو پورے معاشرے کا ہوگا۔ اگر آپ اس کے خلاف جدوجہد کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب عذاب آئے گا تو ہو سکتا ہے آپ کو بچالے' مستثنیٰ کر دے۔ اور آخرت میں تو مستثنیٰ ہو ہی جائیں گے' ان شاء اللہ!

سوال: کیا سنت اور نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں؟ (ضیاء الدین)

جواب: ترغیب یہی ہے کہ آپ سنتیں اور نوافل گھر پر جا کر ادا کریں۔ مسجد فرض کی ادائیگی کے لیے ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ''۔ قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ گھروں میں بھی نوافل وغیرہ ادا کرنا چاہئے مثلاً ظہر کی نماز کے چار فرض آپ نے پڑھ لیے ہیں۔ ابھی آپ کو دو سنتیں پڑھنی ہیں۔ نوافل پڑھنے ہیں' وہ گھر پر جا کر پڑھیں' یہ بہتر ہے۔

سوال: کیا خاوند بیوی کو مار سکتا ہے اس بارے میں کیا کوئی حدیث ہے؟ (فرحان قدیر)

جواب: اگر عورت خاوند کی مسلسل نافرمانی کرے' اس پر پہلے اسے سمجھایا جائے' نصیحت کی جائے' کہ اپنے طرزِ عمل کو درست کر لو۔ پھر اگلا مرحلہ یہ ہے کہ بستر علیحدہ کر لو' ساتھ نہ سوؤ۔ اور اس کے بعد بھی معاملہ ٹھیک نہیں ہو رہا تو پھر عورت کی بہتری اور گھر کی اصلاح کے لیے قرآن میں مارنے کی اجازت بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فاضربوھن لیکن مارنا عورت کی اصلاح کا آخری حل ہے۔ جبکہ ہمارے معاشرے میں اسے پہلا حل بنا لیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حکمت یہ ہے کہ اگر عورت اتنی نافرمانی پر اتر آئی ہے کہ طلاق اور علیحدگی کا اندیشہ ہے تو عورت کو اس بڑے نقصان سے بچانے کے لیے' جس سے طلاق کی صورت میں عورت کو دوچار ہونا پڑے گا' مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس مارنے کے بارے میں ایک حدیث بہت مشہور ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ چہرے پر نہیں مارنا۔ ایسی مار نہ ہو کہ جو جسم پر کوئی نشان چھوڑ دے۔ یعنی تادیب کے لیے مارنے کا حق تو ہے لیکن وحشیانہ قسم کے تشدد کی اجازت نہیں' جس سے جسم پر نیل پڑ جائیں' کہیں ورم آ جائے۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ ایک صحابی نے مہر کے طور پر قرآنی آیات جو انہیں یاد تھیں وہ بیوی کو سنا دیں؟ (طلحہ عبید)

جواب: ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایک بار کوئی نکاح ہوا تو حضورﷺ نے صحابیؓ سے پوچھا تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کچھ ہے۔ انہوں نے کہا' کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہﷺ۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اپنی بیوی کو قرآن سکھا دو' یاد کرا دو۔ یہ گویا کہ مہر ہو جائے گا۔ اس واقعہ میں صرف پڑھ کے سنا دینا نہیں ہے۔

سوال: خاوند کے بھتیجے اور بھانجے عورت کے لیے محرم ہیں یا نامحرم؟

جواب: خاوند کے بھتیجے اور بھانجے عورت کے لیے نامحرم ہیں ان سے پردہ لازم ہے۔ البتہ عورت کا اپنا بھانجا یا بھتیجا محرم ہے۔ اُس سے پردہ نہیں ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

## گلستان انیس کلب' کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن حکیم

گزشتہ چار سال کی طرح امسال بھی ماہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام گلستان انیس کلب' شہید ملت روڈ پر منعقد ہوا۔ اس دفعہ اس پروگرام کی خاص بات یہ تھی کہ یہاں پر مدرس کے فرائض امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے انجام دیے۔

پروگرام 29 شعبان (4 اکتوبر) کی رات کو تعارف قرآن کی نشست سے شروع ہوا اور اگلے روز ترجمہ قرآن کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا۔ ابتدائی چند دن تقریباً 800 خواتین و حضرات اس پروگرام میں شریک ہوتے رہے' لیکن اس کے بعد جو سانحہ پاکستان پر زلزلے کی صورت پر آیا اس کی وجہ سے امیر محترم کو متاثرہ رفقاء کی دلجوئی اور ریلیف کیمپ کے قیام کی نگرانی کے سلسلے میں پنڈی اور کشمیر جانا پڑا جس کی وجہ سے گلستان انیس کا پروگرام بھی متاثر ہوا۔ بہر حال امیر محترم کے جانے کے بعد فرید احمد مسعود صاحب نے مدرس کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 400 کے لگ بھگ رہی۔ سوسائٹی تنظیم کے رفقاء کے اصرار پر امیر محترم نے واپس آنے کا فیصلہ کیا اور 18 رمضان سے آپ نے دوبارہ ترجمہ قرآن کی ذمہ داری نبھانے کی ابتداء فرمائی۔

اس سارے نشیب و فراز کے ساتھ 27 ویں شب اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس شب ریکارڈ حاضری رہی۔ لگ بھگ ساڑھے تین ہزار خواتین و حضرات کی شرکت رہی۔ پروگرام معمول کے دنوں میں تقریباً 1 بجے تک اور ویک اینڈ اور آخری عشرہ کی طاق راتوں میں 2 بجے تک جاری رہتا تھا۔ عید کے بعد اس پروگرام کے شرکاء کو 9 نومبر کی رات کو رباط العلوم اسلامیہ کے مقام پر مدعو کیا گیا جس میں تقریباً 400 خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ اس پروگرام میں شرکاء کے اشکالات اور سوالات کے جوابات انجینئر نوید احمد صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے دیئے' جس سے تمام شرکاء کے ذہن کلیئر ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ (مرتب: ثاقب رفیع شیخ)

## دفتر تنظیم اسلامی کراچی جنوبی میں خلاصہ قرآنی پر مبنی پروگرام

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کے دفتر میں پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک میں تراویح کے بعد قرآن مجید کے اہم مضامین کا خلاصہ بیان کیا گیا۔ اس مرتبہ اس کی سعادت ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے حاصل کی جو قرآن اکیڈمی میں درس تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس پروگرام کو تراویح کے بعد دو Sessions میں تشکیل دیا گیا۔ ہر Sessions تقریباً 45 منٹ پر مشتمل تھا۔ اور درمیان میں چائے بسکٹ وغیرہ سے شرکاء کی تواضع کی گئی۔

شرکاء کی تعداد تقریباً 40 کے قریب رہی جس میں رفقاء تنظیم اسلامی کی تعداد کم و بیش 15 رہی اور احباب کی تعداد 25 کے قریب رہی۔ یہ تعداد پچھلے سالوں کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ پروگرام میں زیادہ شرکاء نئے تھے اور ان میں نوجوانوں کی کثرت تھی اور کبھی کبھی دفتر ھذا میں جگہ کی کمی کا احساس ہوتا تھا۔

اس مرتبہ خاص بات یہ تھی کہ ڈاکٹر محمد الیاس نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے بڑی محنت کی اور خلاصہ کے بیان کے درمیان White Board کا بھی استعمال کیا اور بورڈ پر اہم نکات' نقشے' گرافس اور تقابلی جائزے کی مدد سے اہم مضامین کو بہت عمدگی سے آسان انداز میں پیش کیا۔ جس کی وجہ سے شرکاء کی دلچسپی پہلے دن سے آخری دن تک قائم رہی۔ انتظامی لحاظ سے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کا سہرا ڈاکٹر الطاف حسین خانانی کے سر ہے۔ ہم نے 25 ویں شب کو لوگوں کو پروگرام کے حوالے سے ایک رائے نامہ دیا۔ 21 افراد نے رائے نامہ پر کر کے 26 ویں شب کو واپس کیا۔ الحمد للہ یہ پروگرام رمضان المبارک کی 27 ویں شب کو اختتام پذیر ہوا۔

9 نومبر کو چونکہ چھٹی تھی اس لیے ہم نے شرکاء کو ایک عید ملن پارٹی کی دعوت دی اور اس تقریب میں شرکاء کا تعارف حاصل کیا گیا اور اس پروگرام میں پورا موقع تھا کہ شرکاء اپنے خیالات کا اظہار کریں' تجاویز پیش کریں اور اگر کوئی سوال ہو تو وہ بھی کریں۔ شرکاء کی طرف سے جو تجاویز آئیں ان میں تین باتیں دھرائی گئیں۔

1۔ اس پروگرام کے لیے جگہ بڑی ہونی چاہیے۔
2۔ خواتین کے لیے بھی اس طرح کے پروگرام کا انتظام ہونا چاہیے۔
3۔ اگر خواتین کا انتظام نہ ہو سکے تو مردوں اور خواتین دونوں کا وقت ایک ہونا چاہیے۔

اس پروگرام کے بعد دو افراد نے تنظیم میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی۔ قرآن فہمی کورس (ایک سالہ) کے لیے تین افراد نے فارم حاصل کیے۔ Short Arabic Grammer Course کے لیے 4 افراد نے ارادہ کیا۔ Basic Theam Course کے لیے بھی دو افراد نے خواہش کا اظہار کیا۔ (مرتب: انصار احمد)

## رفقائے تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کا دورۂ مظفر آباد و بیروٹ

رفقاء تنظیم اسلامی ایبٹ آباد نے 9 نومبر 2005ء کو مظفر آباد اور بیروٹ کا دورہ کیا۔ امیر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی امارت میں 8 رفقاء پر مشتمل قافلہ 9 نومبر کی صبح ایبٹ آباد سے روانہ ہوا۔ پروگرام یہ طے ہوا کہ مانسہرہ سے گڑھی حبیب اللہ کے راستے مظفر آباد پہنچا جائے تاکہ متاثرہ علاقہ دیکھ کر عبرت حاصل ہو سکے اور پھر بیروٹ کی طرف سفر کیا جائے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق روانگی ہوئی۔ مانسہرہ سے آگے سڑک کے دونوں طرف زلزلے کی تباہی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ راستے میں بغیر ٹھہرے مظفر آباد پہنچے۔ یہاں تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد قافلہ بیروٹ کی طرف روانہ ہوا۔ پروگرام کا اصل مقصد بیروٹ کے رفقاء خصوصاً ناظم حلقہ سے ملاقات اور ان کا دکھ بانٹنا تھا۔ ظہر کے وقت رفقاء بیروٹ پہنچے۔ ناظم حلقہ سے ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے رفقاء کے لیے ایک معذرت کے باوجود ایک پرتکلف دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بہر حال اس مصیبت کی گھڑی میں ناظم حلقہ بڑی ہمت اور جرأت سے اپنے کام میں مصروف تھے۔ ساتھیوں کے آنے پر بڑے خوش ہوئے۔ ناظم حلقہ کے ساتھ ایک بھرپور نشست کے بعد بوقت عصر ایبٹ آباد کے لیے روانگی ہوئی' اور رفقاء تقریباً ساڑھے سات بجے ایبٹ آباد پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ زلزلے سے متاثرین کو صبر اور ہمت عطا فرمائے اور جو لوگ ان کی امداد میں لگے ہوئے ہیں ان کی کوششیں اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے۔ (آمین) (مرتب: اسد قیوم)

## تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع

20 نومبر دن ساڑھے نو بجے تنظیم اسلامی بہاولنگر (بہاولنگر' منچن آباد' منڈی صادق گنج) کا پہلا ماہانہ تربیتی و تنظیمی اجتماع زیر تعمیر مسجد جامع القرآن بہاولنگر میں منعقد ہوا۔ راقم نے تلاوت قرآن پاک کی سعادت حاصل کی۔ امیر حلقہ محمد منیر احمد نے سورۃ المائدہ آیت نمبر 83 تا 86 کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قرآن و سنت کا راستہ ہی اصل میں حق کا راستہ ہے۔ عیسائیوں کے ایک وفد نے بھی آپ ﷺ سے قرآن سنا تو اُن کے زبانیں بھی بے اختیار کہہ اٹھیں ﴿اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ یعنی ''(اے اللہ) ہم نے مانا' پس ہمیں تو دین کی گواہی (قولی اور فعلی) دینے والوں میں لکھ

لے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا قرآن وسنت کے ساتھ حقیقی تعلق اور رابطہ واضح کرے گا کہ ہمارا قرآن پر کتنا ایمان ہے۔ درس قرآن کے بعد 15 پندرہ منٹ کا وقفہ کیا گیا۔ دوسرے سیشن کا آغاز بہاولنگر کے سینئر رفیق جناب محمد اسلم کے درس حدیث سے ہوا۔ درس میں نہی عن المنکر کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ بعد میں رفقاء واحباب کی چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد کی گفتگو پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

## بقیہ: اداریہ

سے اسلام کو خارج کر کے اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی خواہش رکھنا انتہائی غیر حقیقی اور غیر فطری خواہش ہے۔ جَو بیج کر گندم کیسے کاٹی جائے گی۔ ہم نے 1947ء میں اپنے اور ہندوؤں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کی تھی جس کی چنائی میں اسلام کو بطور سیمنٹ استعمال کیا تھا جب ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے اِس سیمنٹ کو کھرچ ڈالا تو اینٹوں کو جدا ہونے سے کون روک سکتا تھا۔ کوئی عارضی سہارا دیوار کو زیادہ دیر کھڑا نہیں رکھ سکتا۔ برلن کی دیوار اُس وقت گر گئی تھی جب مشرقی برلن کی بنیادوں میں پڑا ہوا کیمونزم کا میٹریل ناقص اور ناکارہ ثابت ہوا تھا۔ خدارا! سوچئے' نظریہ پاکستان کو روشن خیالی کا حریف اور دشمن سمجھ کر پاکستان کو مضبوط اور مستحکم کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ پنجابیوں' پٹھانوں' سندھیوں اور بلوچوں کی ثقافت مختلف ہے۔ اِن کا طرزِ بود و باش مختلف ہے۔ اِن کی زبانیں مختلف ہیں۔ خورد و نوش کی پسند مختلف ہے۔ اِن کو یکجا اور یک جان کرنے والی شے صرف اسلام ہے۔ سندھی ممبئی کے زیادہ قریب ہیں۔ پٹھانوں اور بلوچوں کی زبان اور ثقافت افغانوں سے ملتی ہے۔ پنجابی اور سکھ یک زبان ہیں' پھر بھی تقسیم کے وقت ہم اُن سے جدا ہو کر باہم ایک کیوں ہوئے' اِس لیے کہ ہمارا خدا ایک تھا۔ ہمارا رسول ایک تھا۔ ہماری کتاب ایک تھی اور ہے۔ خدا' رسول اور کتاب کو پسِ پشت ڈال کر ہم متحد ہونے اور مضبوط رہنے کی توقع کریں' تو یہ خواہش غیر منطقی ہوگی' یہ خود فریبی اور حماقت ہوگی۔

ہم اہلِ پنجاب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ وسعتِ ذہنی اور وسعتِ ظرف کا مظاہرہ کریں اور دوسرے صوبوں کے اعتراضات کا ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے جائزہ لیں۔ ہم جغرافیائی یا آبادی کے لحاظ سے چھوٹے صوبوں کے اپنے بھائیوں سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ سابقہ اور موجودہ حکمرانوں کے ظلم و جبر اور اُن کے استحصال و استبداد پر جب غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں تو اِس میں پنجاب کے عوام کو ملوث نہ کیا کریں۔ اِن فرعونوں اور ہامونوں نے اپنی ظالمانہ اور استحصالی کارروائیوں میں کبھی کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ یہ تو سانپ کی اُس نسل کی مانند میں جو شکم پُری کے لیے پہلے اپنے بچوں کو نوالہ بنا کر حلق سے باآسانی اتار لیتے ہیں۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ عوام متحد ہو کر سوچے کہ کوئی حکمران سندھی ہو یا پنجابی' کوئی انتظامیہ سویلین ہو یا فوجی' کوئی نظام پارلیمانی ہو یا صدارتی' بھٹو کا سوشلزم ہو یا ضیائی اسلام' ہمیں پستی اور درماندگی سے کیوں نہ نکال سکا۔ ہم صراطِ مستقیم پر گامزن کیوں نہ ہو سکے۔ اِس لیے کہ ہم سب نے مشترکہ طور پر بھی ایک عہد شکنی کی ہے۔ ایک بدعہدی ہم سب نے کی ہے۔ نفاذِ اسلام کا وہ وعدہ جو تحریک پاکستان کے دوران کیا تھا پاکستان بنتے ہی اُسے فراموش کر دیا۔ کالا باغ ڈیم کو تعمیر کرنے یا اُسے رکوانے کے لیے جس جوش و جذبہ کا اظہار ہم کر رہے ہیں' اِس کا عشرِ عشیر بھی حقیقی اسلام کے نفاذ کے لیے کیا ہوتا تو آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ خود کردہ را علاجے نیست!

## دعائے مغفرت کی اپیل

امیر تنظیم اسلامی لاہور شمالی نمبر 2 جناب اقبال حسین صاحب کے والد محترم قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رفقاء اور قارئین ندائے خلافت سے استدعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔

افکار و آراء

# اسلام کی روشن تعلیمات سے دوری

مراسلہ: ابن صالح

ندائے خلافت (شمارہ 45) کا اداریہ ''جناب صدر! پرویز نہیں' مشرف بنیں'' سراسر حقائق پر مبنی ہے۔ تاہم میرے خیال میں یہ حقائق پوری قوم کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہونے چاہئے تھے' مسلمان تو کجا' یہاں انسان ہونے کے ناطے ان پر کوئی توجہ دینے کے لیے تیار نہیں۔ خواہ وہ عوام ہوں یا ہمارے مذہبی و سیاسی زعماء و رہنما ہوں' کم از کم میرے علم میں نہیں کہ کسی اہم رہنما نے ان کے بارے میں کبھی تشویش کا اظہار کیا ہو حالانکہ اُس بے دین اور اخلاق و کردار سے عاری مغربی معاشرہ میں بھی سینکڑوں ایسے افراد اور ادارے موجود ہیں جو ان وحشیانہ جرائم کے خلاف مسلسل آواز بلند کر رہے ہیں۔ اسلام کی ابدی اور روشن تعلیمات کا شاید ہی دنیا میں کوئی معقول انسان منکر ہو' اصل مسئلہ ہم مسلمانوں کا ہے جو اپنے قول و فعل سے اسلام کی خدمت انجام دینے کی بجائے اسلام کو بدنام کرنے کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اس کے لیے صرف جنرل پرویز مشرف اور ہم پاکستانی ہی نہیں' الا ماشاء اللہ پوری دنیا کے مسلمان ذمہ دار ہیں۔


**فلک سیر** (ٹورسٹ) ریزورٹ سا گر ریسٹورنٹ

**ملم جبہ' سوات**

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

**جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل**

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

**فلک سیر کارپوریشن**' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295'
فیکس: 0946-720031

## عراق میں پارلیمانی انتخابات

پچھلے ہفتے عراق میں پہلے باقاعدہ پارلیمانی انتخابات ہوئے۔اس بار عراقیوں نے بڑھ چڑھ کر انتخابات میں حصہ لیا۔سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ایک کروڑ پچپن لاکھ ووٹروں میں سے ایک کروڑ دس لاکھ نے ووٹ ڈالے'یوں ٹرن آؤٹ ستر فیصد رہا۔سیاسی جائزوں کے مطابق ان انتخابات میں عراقی شیعہ سیاسی جماعتوں کا اتحاد' یونائیٹڈ عراقی الائنس سب سے زیادہ نشستیں جیت لے گا۔

انتخابات میں 307 سیاسی جماعتوں اور اتحادوں کے 7655 امیدواروں نے حصہ لیا۔کامیاب انتخابات منعقد ہونے پر عراقی صدر جلال طالبانی نے اُسے ایک یادگار موقع قرار دیا۔ان انتخابات کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں سنیوں نے بھی حصہ لیا جنہوں نے ماہ جنوری کے انتخابات میں حصہ نہیں لیا تھا۔سیاسی ماہرین کا خیال ہے کہ جوں جوں عراق میں سیاسی و معاشرتی استحکام پیدا ہوگا' اتحادی افواج رفتہ رفتہ عراق سے نکل جائیں گی۔خدا سے دعا ہے کہ ایسا ہی ہو۔یاد رہے کہ اب تک 2154 امریکی فوجی عراق میں جاری آپریشن کے دوران مارے جاچکے ہیں۔

## عظیم قتل عام...... ایک ڈھکوسلہ

ایران کے صدر احمدی نژاد نے قرار دیا ہے کہ عظیم قتل عام (Holocaust) ایک ڈھکوسلہ ہے۔یاد رہے کہ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران ہٹلر کی نازی فوج نے مختلف طریقوں سے لاکھوں یہودیوں کو مار ڈالا تھا۔صدر نژاد کا کہنا ہے کہ بعض یورپی ممالک میں اس روایت (Myth) کو خدا سے بھی برتر حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔وہ کہتے ہیں' اگر اس ملک میں خدا کے بارے میں کوئی سوال کرے' تو کوئی کچھ نہیں کہتا۔مگر کوئی یہ کہے کہ یہودیوں کا عظیم قتل عام ایک افسانہ ہے' تو صیہونی لاؤڈ اسپیکر اور ان کی پھوکتیں چلانے لگتی ہیں۔ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ انہیں یورپ' امریکا' کینیڈا یا الاسکا میں بسا دیا جائے' تاکہ وہاں وہ اپنی ریاست قائم کرسکیں۔یاد رہے کہ یہودی مورخین کے مطابق 1933ء تا 1945ء جرمنوں نے ساٹھ لاکھ یہودی مار دیئے تھے۔تاہم دوسرے مورخ اسے تاریخی حقیقت قرار نہیں دیتے۔

## مصر میں سیکولر قوتوں کی شکست

مصر میں پارلیمانی انتخابات کے چاروں مراحل اختتام کو پہنچے۔ان میں مصر کی ممتاز اسلامی جماعت' الاخوان المسلمون نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔444 منتخب نشستوں کے ایوان میں ان کی 88 نشستیں ہیں۔یاد رہے کہ پچھلی پارلیمنٹ میں ان کی صرف 17 نشستیں تھیں۔اس اعتبار سے اخوانیوں کی قوت کہیں بڑھ گئی ہے۔وہ مصر میں حزب اختلاف کی سب سے بڑی جماعت بن گئی ہے۔

الاخوان المسلمین کی کامیابی کی کئی وجوہ ہیں۔مثلاً موجودہ دور حکومت کے خلاف نفرت کے جذبات' عوام الناس کا مذہب سے لگاؤ اور اخوان کی بہترین حکمت عملی۔

اس کے مقابلے میں مصر کی سیکولر یا لادینی جماعتوں کی طاقت گھٹ گئی۔تین سیکولر جماعتوں کے سربراہ انتخابات میں ہار گئے۔اس شکست کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مصری معاشرے میں سیکولر طبقہ الگ تھلگ ہوگیا ہے۔

امید ہے کہ اخوان اب مصری سیاست میں سرگرم حصہ لیں گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ مصری معاشرے کو نیا اسلامی رنگ وروپ دینے میں کامیاب ہوجائے۔

## افغان پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس

اس ہفتے پیر کو نئی افغان پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جو 249 نشستوں پر مشتمل ہے۔اس کا افغانی نام ولسائی جرگہ ہے۔اس میں سابق کمیونسٹ' روسیوں سے لڑنے والے مجاہدین اور سابق طالبان ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے۔پارلیمنٹ میں وہ لوگ منتخب ہوکر پہنچے ہیں جن کا مذہبی' معاشرتی اور سیاسی پس منظر ایک دوسرے سے بڑا مختلف ہے۔پارلیمنٹ میں یونس قانونی کو قائد حزب اختلاف کی حیثیت حاصل ہے۔مگر انتخابات جماعتی بنیادوں پر نہیں ہوئے' اس لئے ماہرین کا خیال ہے کہ حزب اختلاف منتشر ہی رہے گی۔

پارلیمنٹ کا پہلا کام یہ ہے کہ دونوں ایوانوں کے صدور کا انتخاب کرے' اس کے بعد ارکان کو صدر حامد کرزئی کی کابینہ کی منظوری دینی ہے۔یہ مشکل مرحلہ ہوگا کیونکہ افغانوں کی اکثریت کرزئی حکومت سے مطمئن نہیں' ان کا کہنا ہے کہ اس نے افغانی عوام کی مشکلات کم کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات نہیں کیے۔

گو اربوں ڈالروں کی آمد اور اتحادی افواج کی موجودگی کے باعث کم از کم شہروں میں کسی حد تک سیاسی اور معاشرتی استحکام پیدا ہوگیا ہے مگر دیہی علاقوں میں اب بھی طالبان سرگرم ہیں۔دوسرے افغانستان میں جتنی بھی معاشرتی ترقی ہورہی ہے' اس سے زیادہ تر امراہی فائدہ اٹھا رہے ہیں' عام آدمی حسب سابق حالات اور مہنگائی کی چکی میں پس رہا ہے۔

## مساجد کے خلاف ایکشن ملتوی

برطانیہ کے وزیر داخلہ چارلس کلارک نے اعلان کیا ہے کہ اس متنازعہ منصوبے کو قانون کی شکل دینے کا پروگرام ختم کردیا گیا ہے جس کے ذریعے پولیس کو برطانوی مساجد کی تلاشی لینے کا حق حاصل ہوجاتا۔برطانوی مسلمانوں نے اس قانون کی شدت سے مخالفت کی تھی۔برطانوی حکومت کا خیال ہے کہ درج بالا منصوبہ بھی 7 جولائی کے بم دھماکوں کا محرک بنا جن میں 56 برطانوی شہری ہلاک ہوگئے تھے۔

## حماس کی بلدیاتی جیت

فلسطینی اتھارٹی کے شہر نابلوس میں گزشتہ دنوں بلدیاتی معرکہ لڑا گیا۔میدان جنگ حماس کے ہاتھ میں رہا جس نے 68 فیصد نشستیں جیت کر برسراقتدار جماعت' الفتح کو حزب اختلاف بننے پر مجبور کردیا۔اس نے اسرائیلی حکومت کو حواس باختہ کردیا ہے اور اب وہ فلسطینی اتھارٹی کے صدر' محمود عباس پر زور دے رہی ہے کہ جنوری میں ہونے والے پارلیمانی انتخابات میں حماس کو شامل نہ ہونے دیا جائے۔دراصل کئی سیاسی ماہرین کے نزدیک نابلوس کا بلدیاتی معرکہ پارلیمانی انتخابات کے سلسلے میں ''ٹیسٹ کیس'' تھا۔یاد رہے کہ نابلوس کی آبادی پونے دو لاکھ ہے اور یہ مغربی کنارے کا شہر ہے۔

اسرائیل اور امریکی حماس کو ایک دہشت گرد جماعت سمجھتے ہیں۔پچھلے ہی ہفتے امریکا کے ایوان نمائندگان نے یہ قرارداد منظور کی ہے کہ حماس جب یہ قبول کرلے کہ یہودی ریاست کو رہنے کا حق حاصل ہے تب ہی اسے پارلیمانی انتخابات میں لڑنے کی اجازت دی جائے۔امریکی حکومت اب یورپی یونین پر زور دے رہی ہے کہ وہ بھی اسی قسم کی قرارداد منظور کرے۔

Passive Resistance, enduring all verbal and physical persecution without retaliation;

Active Resistance, challenging the un-Islamic system when there is enough strength available to do so; and finally, the Armed Conflict (or a non-violent and disciplined popular movement)

It should be obvious from the above discussion that armed conflict or Qitaal constitutes only the last of the nine stages or aspects of Jihad, and that these two are not synonymous terms. Thus, we see that Prophet Muhammad (SAW) spent the entire twelve years of the Meccan period in calling people towards Islam, in organizing and training those who responded, and, during all that time, both he and his Companions endured all verbal and physical harassment with a non-violent attitude. It was only after Hijrah, when a strong center of the Islamic Movement was established in Medina, that Prophet Muhammad (SAW) decided that now there was enough strength at his disposal to challenge the Quraysh, and only then the Islamic movement entered the phases of Active Resistance and Armed Conflict. In view of this, all the revivalist and revolutionary Islamic groups throughout the Muslim world must keep the following fact in mind: While an armed struggle against an un-Islamic political system is permissible under certain conditions (whether or not it is feasible in today's world is another issue), such a struggle cannot be launched without first going through the initial eight stages of Jihad.

It is vitally important that those who are trying to change the world in accordance with the will of Allah (SWT) must first change their own lives. It is indeed ironical that the life-style of many of the Muslims who are engaged in Islamic activism cannot be described as ideal or exemplary. We must keep in mind that Prophet Muhammad (SAW) has described the struggle to make one's own self obedient to Almighty Allah (SWT) as the "Greater Jihad." We cannot expect to eradicate the evils in our society unless we first subjugate our own sinful impulses. Similarly, it is also essential that all the available means and resources be utilized in calling people towards the light of Islam, in removing their false beliefs, and in helping them realize the truth of Prophet Muhammad's (SAW) teachings, before initiating the final phases of Jihad.

What, exactly, is the nature of the relationship between Iman and Jihad, or faith and struggle? During the days of early, pristine Islam, we find that the two major realities — which formed the focus of attention for the Muslims — were Qur'an and Jihad. Qur'an was the source of Iman, and Iman manifested itself in Jihad. Primarily, it was the force and appeal of the Qur'anic verses that conquered the hearts and souls of the Companions (RAA), leading to a profound change in their values, priorities, ambitions, and thinking pattern. This inner transformation quite naturally led to a sense of dissatisfaction and discontent with what was happening in their environment, resulting in the development of friction and a lack of harmony between the Muslims and their un-Islamic milieu. A genuine inner change necessarily leads to a conflict with the status quo. In the case of the Companions (RAA), the inner transformation was characterized by Iman, and the resulting conflict took the form of Jihad.

Things began to change, however, when Islam entered the era of "statehood" and ceased to be a "movement." As a result, the attention of the Muslim community gradually started to shift from the moving and inspiring verses of the Qur'an to legal and judicial matters, from the inner dynamics of Iman to the external manifestation of Islam, and from Jihad in the path of Allah (SWT) to warfare for the defense — or expansion —of the Muslim territories. The idea that Jihad is a Fard Kafayah was made popular by the legalistic mind which equated it with the responsibilities of the armed forces.

How can we bring about an Islamic Renaissance in our own times? It will be possible only by following the methodology of Prophet Muhammad (SAW). The only surefire and unfailing strategy for Islamic Renaissance, therefore, must involve the revitalization of Iman through the Qur'an, and the launching of an Islamic movement on the basis of the dynamism thus unleashed. We need to establish a strong nucleus of true conviction and faith among the educated and rational elements of the Muslim society — the brain-trust of the Muslim Ummah — by means of the propagation of the Qur'anic wisdom at the highest intellectual level. The light of Iman will then illuminate all other segments of the society. This is the essential prerequisite for Islamic Renaissance, as it constitutes the only methodology to generate the dedicated and committed man-power to undertake the Jihad for the establishment of the domination of Islam over all other systems of life, all over the world.

(courtesy: Hiba Quarterly Family Magazine Vo.2, Issue 3 October to December 2005)

❋ ❋ ❋


النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپا ٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

النصر لیب :950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون:5162185-5163924 موبائل:0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.47

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

Experts opinion

Dr. Israr Ahmad
(e-mail: markaz@tanzeem.org

# Understanding Jihad

## Dr. Israr Ahmad addresses the controversial matter of Jihad by defining it according to the Quran and the Sunnah

If we were to make a list of all the Islamic terms and concepts that have been inadvertently misconstrued or deliberately distorted, by the apologetic Muslims or Western orientalists, then Jihad can easily be placed at the top of that list.

Although the significance of Jihad in the Qur'an and Sunnah cannot be overstated, its exact place in the overall framework of Islamic values and imperatives has been a matter of some debate. Some writers have described Jihad as the fifth pillar of Islam, while others have relegated it to a mere Fard Kafayah (a collective, rather than personal, duty). A highly misleading but popular idea in this respect is that any war in which the Muslims are engaged, even if the motives are other than purely Islamic, is Jihad fi Sabeel lillah. In view of the confusions and misunderstandings that surround this most fundamental of Islamic concepts, we are going to discuss here, very briefly, the meaning and import of Jihad vis-à-vis the other duties and obligations of a Muslim.

The word Jihad is not synonymous with "Holy War" which is what the Western media wants everyone to believe. After four decades of Cold War, the Western powers suddenly found themselves without a legitimate enemy, and, consequently, they have designated Islam and the Muslims as the most deadly threat to world peace. The image of all Muslims as terrorists was inculcated by numerous so-called documentaries, like the infamous Jihad in America (PBS). In the face of such widespread media stereotypes, it is indeed an uphill task to educate the non-Muslims regarding the true meaning of Jihad. Much more important, however, is the task of removing the misconception which are prevalent among the Muslims themselves.

The foundation of the edifice of Islam consists in the verbal testimony of God's unity and Muhammad's (SAW) prophethood. Built upon this foundation are the four pillars of Islam with which all of us are familiar, i.e., Salat, Zakat, Saum, and Hajj. Please note, however, that Iman (or faith) also has two pillars: an unshakable inner conviction in the teachings of Prophet Muhammad (SAW) and the struggle in the path of Almighty Allah (SWT). This has been described in the Qur'an thus:

They alone are the mo'min who come to believe in Allah and His messenger and afterwards never doubted, and who strive in the way of Allah with their wealth and their lives. Only they are truthful and sincere. (Al-Hujurat 49:15)

What does this ayah really mean? It means that there is absolutely no way, for a person who claims to be a believer, to avoid Jihad fi Sabeel lillah and still remain a believer in the sight of Almighty Allah (SWT). Indeed, the very definition of a mo'min, as given in Surah Al-Hujurat, necessitates that a strong faith and state of inner certitude be coupled with an active struggle in the path of Allah (SWT).

The word Jihad and the verb that goes with it mean to struggle against some opposition. Thus, each and every human being is engaged in Jihad, in the sense that everyone has to struggle for his existence. However, the kind of Jihad we are talking about should be qualified as fi Sabeel lillah, that is to say, trying and exerting one's utmost in the path of Almighty Allah. It is an earnest and ceaseless activity involving the sacrifice of physical and mental resources, wealth, property, and even life, only for the sake of attaining the pleasure Almighty Allah (SWT).

In order to understand the meaning of striving in the path of Allah, we should first have a clear concept of the responsibilities of a Muslim. According to the Qur'an and the Sunnah, the obligations of a Muslim are three-fold: A Muslim is required to become an obedient slave of Almighty Allah (SWT), he is required to mold his life, his values, his priorities, and his ambitions according to the commands of his Lord. Secondly, he must preach and disseminate the ideational and practical guidance of Islam to his fellow human beings, to enjoin all that is good and prohibit all that is evil. Thirdly, he must try his utmost to establish the domination of Islam over all other systems of life, all over the world. Even a superficial analysis of these three obligations is enough to establish the fact that none of them is easy to fulfill. There are immence difficulties to overcome, all sorts of oppositions to put up with, and countless problems to solve at each of the three levels. A Muslim must put in a great deal of hard labor in fulfilling these obligations, he must exercise all his abilities and all his resources if he is to fulfill his duties. In other words, he is required to engage in a constant Jihad. This struggle or Jihad covers a wide spectrum of religious obligations, and its inherent activism can be understood as having nine different stages or aspects, as explained below:

In trying to live a life of total obedience to Almighty Allah (SWT) and to follow the example of Prophet Muhammad (SAW), a Muslim must resist the following:

the sinful impulses and evil inclinations of his own nafs; the temptations implanted by Iblees and his progeny; the ridicule, opposition, and pressures from the un-Islamic society in which he happens to live.

In trying to spread the teachings of the Holy Qur'an and those of Prophet Muhammad (SAW) to every nook and corner of the world, a Muslim will encounter three types of people, and therefore he must develop different approaches and levels of scholarship to cater for each of these groups: the educated and intelligent classes; the common people, or the masses at large;

the rigid and inflexible adversaries

In endeavoring for the establishment of the ascendancy of Islam over all other systems of life, members of the Islamic movement will have to go through the following stages: